مسلسل اشاعت کے 57 سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

689

جمادی الثانی

۱۴۴۴ھ

جنوری ۲۰۲۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الأُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر.................. 58
شمارہ نمبر............ 04
جمادی الثانی......۱۴۴۴ھ
جنوری ۲۰۲۲ء

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	باہتمام	بانی
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	مولانا حامد الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی
منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

فہرست مضامین

- نقش آغاز: جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں علمی، تحقیقی مقالات کے مناقشات (ڈیفنس) کی سہ روزہ تقریب کا انعقاد، حضرت مولانا محمد زمان حقانیؒ کی وفات .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- علمی مقالات کے مناقشوں کی تقریب سے حضرت مہتمم صاحب کا خطاب...... مفتی محمد یونس ۵
- فضیلت علم وعلماء .... شیخ الحدیث مولانا محمد انوار الحق مدظلہ ۸
- آتی ہے اردو زباں آتے آتے .... پروفیسر ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی ۲۱
- بٹ کوائن کو کون کنٹرول کرتا ہے؟.................................... ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی ۲۶
- لایعنی کھیل (کرکٹ) کے منفی اثرات.................................... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۲۹
- سفرنامہ سینگال وگیمبیا مغربی افریقہ.................................... مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی ۳۹
- تذکرہ علامہ غلام نبی کاموی ؒ .... مولانا جمیل احمد ۴۴
- افکار وتاثرات............(مولانا نور ہاد حقانی، محمد چوہان سلیم) .... ادارہ ۵۴
- دارالعلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۵
- تعارف و تبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۰

ماہنامہ ''الحق'' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 -923 92+ فیکس 630922 923 92+
ای میل: -------- Email: editor_alhaq@yahoo.com موبائل نمبر: 03159898998 0333-9167789
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk -------- فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/50 روپے۔ سالانہ -/500 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

مولانا راشد الحق سمیع

دارالعلوم حقانیہ میں علمی، تحقیقی مقالات کے مناقشات (ڈیفنس) کی سہ روزہ تقریب کا انعقاد

دورِ حاضر میں عصری جامعات میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر طلباء سے مختلف موضوعات پر تحقیقی مقالات لکھوانا تعلیمی معیار کا جزء لاینفک بن گیا ہے جس کی اہمیت آج کے دور میں مسلّم ہے، عالمِ اسلام کی تمام عصری جامعات اور علمی اداروں میں تمام علوم وفنون پر تحقیق کا یہ عمل زور شور سے جاری ہے، یہی وجہ ہے کہ اب دینی مدارس اور معاہد میں بھی تخصصات کی سطح پر تحقیقی مقالات کا رجحان زور پکڑتا جارہا ہے اور اس ذریعے سے علوم اسلامیہ پر مثبت اثرات اور دوررَس نتائج مرتب ہورہے ہیں اور مختلف موضوعات کے تحت مقالات لکھوائے جاتے ہیں، اس میں ''تخصص فی الفقہ'' اور ''تخصص فی الحدیث'' کے مقالوں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، تحقیقی مقالہ لکھنے کے بعد مقالہ نگار کا اس موضوع سے متعلق ماہر علماء ومحققین کے سامنے مناقشہ (وائیوا، ڈیفنس) ہوتا ہے، وائیوا دراصل مقالہ نگار کے مقالے کا زبانی امتحان ہوتا ہے جس میں اُنہیں اپنے مقالے کے دفاع کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے اور مقالہ نگار سے اس موضوع کے حوالے سے سوالات پوچھے جاتے ہیں کہ آپ نے اس ڈگری کے حصول کے لئے جملہ امور کا احاطہ کیا ہے؟ اور جس موضوع پر آپ نے مقالہ لکھا ہے تو کیا آپ نے اس کے جملہ تقاضے پورے کئے ہیں؟ اور مقالے لکھنے کے دوران اصول تحقیق کا کتنا لحاظ رکھا ہے؟ اس ڈیفنس (مناقشے) کے بعد مقالہ نگار کو متعلقہ تعلیمی سطح کی ڈگری تفویض کی جاتی ہے۔

اسی تناظر میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ۱۷ تا ۱۹/جنوری ۲۰۲۳ء منگل تا جمعرات جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں علمی، تحقیقی ۵ مقالات (تھیسز) کے مناقشے کی سہ روزہ تقریب جامعہ کے جدید دارالتدریس ''امام الشہداء'' کی وسیع وعریض نئی زیر تعمیر لائبریری میں منعقد ہوئیں، یہ تقریبات شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی سرپرستی میں تین روز تک جاری رہیں، یاد رہے کہ دارالعلوم حقانیہ میں اتنے بڑے پیمانے پر تحقیقی مقالات پر یہ مناقشے دینی مدارس کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی بڑی کامیاب بین الاقوامی علمی کاوش تھی، جسے علمی حلقوں میں بڑا سراہا گیا۔

پہلی نشست کی صدارت جامعہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

اور راقم نے کی، ''تخصص فی الحدیث'' کے تین طلباء محققین نے اپنے مقالے کا کامیابی سے دفاع کیا، ان کے مقالے کا موضوع ''علم العلل'' تھا، ''تخصص فی الحدیث'' کے اساتذہ مولانا ڈاکٹر نور رحمٰن ہزاروی اور مولانا محمد ادریس عاصم صاحبان مقالے کے مشرفین تھے، محققین سے سوال کرنے والے شیخ حیات اللہ قاسمی تھے، اس تقریب میں جامعہ کے مدرسین وبالخصوص شعبہ تخصصات کے اساتذہ مولانا مفتی مختار اللہ ،مولانا مفتی ذاکرحسن نعمانی، مولانا امجد علی شاہ، مولانا مفتی محمد اسماعیل طورو ،مولانا عرفان الحق حقانی، مولانا لقمان الحق حقانی اور مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی صاحبان نے اس موقع پر اظہار خیال فرمایا، ''تخصص فی الحدیث'' سال اول کے طلبہ کے درمیان سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی ، حضرت مہتمم صاحب نے مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی اور راقم (مولانا راشد الحق سمیع) کی کاوشوں کو سراہا، دوسری نشست میں مولانا مفتی غلام قادر نعمانی، معروف محقق نامور ادیب و خطیب مولانا سجاد حجابی، مولانا محمد قاسم حقانی (نائب مہتمم جامعہ ابوہریرہ) ،مولانا مفتی اجمل غنی (مہتمم دارالعلوم نوشہرہ) صاحبان نے بطور مہمانان خصوصی شرکت کی، اگلے روز بھی ۱۸ جنوری کو تخصص فی الفقہ اور تخصص فی الحدیث کے طلباء نے اپنے مقالات کا کامیابی کے ساتھ دفاع کیا جبکہ ۱۹ جنوری بروز جمعرات تیسرے روز کی نشست کی صدارت جامعہ حقانیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ، مولانا فیض الرحمٰن صاحبان اور راقم نے کی جبکہ اس تقریب کے مہمان خصوصی حرم مکی کے شعبہ افتاء کے اہم عہدیدار دکتور شیخ ابوالبراء عبداللہ الشیر انی المکی اور جامعۃ الرشید کراچی کے شعبہ تخصصات کے سربراہ ،معروف مصنف و ادیب مولانا مفتی محمد ابولبابہ شاہ منصور تھے، اس مجلس میں تخصص فی الحدیث کے چار طلباء محققین نے اپنے مقالات کا کامیابی سے دفاع کیا، ان کے مقالے کا موضوع ''علم العلل'' تھا، تخصص فی الحدیث کے استاد مولانا ڈاکٹر نور رحمٰن ہزاروی ، مولانا مفتی یونس ان کے مشرف تھے، محققین سے سوال و جواب کرنے والے مناقش مفتی فواد اللہ قاسمی تھے، جامعۃ الرشید کراچی کے اساتذہ حدیث مولانا مفتی اسد اللہ شہباز، مولانا مفتی شاہد خان، مولانا فرمان اللہ مروت، امام جامع مسجد مہابت خان پشاور و چیف خطیب کے پی کے و مہتمم جامعہ اشرفیہ پشاور مولانا محمد طیب قریشی ،عبدالولی خان یونیورسٹی مردان کے پروفیسر ڈاکٹر محمد نعیم حقانی اور دارالعلوم کے مدرسین، مولانا سلمان الحق حقانی ،مولانا سید محمد یوسف شاہ، مولانا بلال الحق مکی ،مولانا اسامہ سمیع اور مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی ،مولانا عبدالحق ثانی ،مولانا خزیمہ سمیع صاحبان نے شرکت کی، حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ نے معزز مہمانوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور انہیں خوش آمدید کہا، نیز شیخ ابوالبراء عبداللہ الشیر انی المکی مدظلہ نے طلباء وفضلاء کو اجازت حدیث سے نوازا اور مسلسل بالاولیت پڑھ کر سنایا، ان

کے بعد مولانا محمد طیب قریشی صاحب نے دارالعلوم کی خدمات پر روشنی ڈالی، جامعہ کے منتظمین مولانا انعام الحق ،مولانا حزب اللہ جان ،مولانا مفتی محمد یونس الوزئی اور جناب عالمگیر خان نے انتظامات کو احسن طریقے سے نبھایا، جامعہ قاسمیہ اکوڑہ خٹک کے ساٹھ متخصصین اور مفتی اسماعیل طوروصاحب کے مدرسہ کے طلباء بھی اس تقریب میں شریک رہے اور اس سلسلے میں بھرپور تعاون کیا خصوصاً جامعہ قاسمیہ کے مہتمم اور تخصص فی الحدیث کے مشرف ،دوست اور شریک کار مولانا حبیب اللہ قاسمی صاحب، اساتذہ اور طلباء نے تقریب کی کامیابی میں بھرپور کردار ادا کیا، نیز شیخ حرم ابوالبراء عبداللہ المکی، مولانا حامد الحق حقانی، مولانا طیب قریشی اور مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی نے جامعہ حقانیہ کے اراکین بالخصوص راقم کا شکریہ ادا کیا اور اس شعبے کے دارالعلوم میں قیام اور روزافزوں ترقی پر انہیں خراج تحسین پیش کیا، راقم نے بھی تقریب کی کامیابی کے حوالے سے تمام اساتذہ اور عملہ کی دن رات کوششوں کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ یہ حقیقت میں ان اساتذہ کی مساعی، دارالعلوم حقانیہ، حضرت مولانا عبدالحقؒ، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی برکات کا نتیجہ ہے، تقریب میں راقم کے فرزند حافظ محمد احمد (متعلم درجہ ثالثہ) نے عربی زبان میں بانی دارالعلوم حقانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور خدمات دارالعلوم کے حوالے سے مقالہ پڑھا، تقریب کا اختتام شیخ عبدالبراء مکی کی رقت آمیز دعا پر ہوا، دارالعلوم حقانیہ میں علماء ومشائخ کی آمد سے تین دن رونق رہی، اللہ تعالیٰ یہ رونقیں تاقیامت قائم ودائم رکھے۔

حضرت مولانا محمد زمان حقانی کی وفات

نامور دینی وتعلیمی ادارہ جامعہ نجم المدارس کلاچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زمان حقانیؒ بھی ۵ جنوری ۲۰۲۳ بروز جمعرات بقضائے الٰہی انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپؒ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل، محدث کبیر، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خصوصی شاگرد تھے، جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے جب اپنے جامعہ میں تخصص فی الحدیث کا اجراء کیا تو تمام بڑے مدارس سے طلباء طلب کئے تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے حضرت مولانا محمد زمان حقانی کو بھیجا، آپؒ نے وہاں تخصص فی الحدیث کیا اور ''مصنفات فی الحدیث'' کے موضوع پر مقالہ لکھا، آپ کی قابلیت وصلاحیت دیکھ کر حضرت بنوریؒ نے اسے بیحد پسند فرمایا، حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب جیسے جلیل القدر علماء آپ کے تلامذہ میں سے ہیں، مولانا محمد زمان حقانیؒ فراغت کے بعد سے تادم آخر جامعہ نجم المدارس کلاچی میں تدریس کرتے رہے، آپ نے فرق باطلہ کا تعاقب بھی کیا، آپ ''الحق'' کے پرانے لکھنے والوں میں سے تھے، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزارویؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے، دارالعلوم میں آپ کی مغفرت کیلئے دعائیں کی گئیں۔

خطاب: حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ

ضبط و ترتیب: مفتی محمد یونس الوزئی

علمی، تحقیقی مقالات کے مناقشوں کی منفرد نوعیت کی تقریب سے
شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کا خطاب

۱۷ تا ۱۹ رجنوری ۲۰۲۳ء بروز منگل تا جمعرات جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ (مہتمم جامعہ حقانیہ)، حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ (نائب مہتمم جامعہ حقانیہ) اور حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب مدظلہ (صدر شعبہ تخصصات) اور جامعہ حقانیہ کے دیگر مشائخ و اساتذہ کی سرپرستی اور نگرانی میں تخصص کے طلباء کی علمی، تحقیقی مقالات کے مناقشے کی سہ روزہ تقریب جامعہ کے جدید دارالتدریس ''امام الشہداء'' کی وسیع وعریض نئی زیر تعمیر لائبریری میں منعقد ہوئی، اس پُر وقار تقریب سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے اساتذہ کرام، طلبائے کرام اور مہمانان گرامی سے پرمغز اور جامع خطاب فرمایا جس میں انہوں نے مقالات کے مناقشوں کی اہمیت اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت پر زور دیا، ذیل میں وہ خطاب من وعن قارئین ''الحق'' کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم امابعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم قال الله تعالی قل رب زدنی علماً

میرے محترم علمائے کرام وطلبائے کرام! مجھے علم ہے کہ آپ سب حضرات نے یہاں آنے کے لئے بڑی زحمت گوارا کی اور مختلف دور دراز شہروں سے دارالعلوم تشریف لائے ہیں، ہم سب آپ حضرات کی آمد پر مشکور وممنون ہیں، یہاں پر یہ پروگرام طلبائے کرام کی تربیت اور حوصلہ افزائی

کے لئے رکھا گیا ہے اور موقع بہ موقع اور گاہے بگاہے ایسی علمی تقریبات کے انعقاد سے طلبائے کرام کو انتہائی فائدہ پہنچتا ہوتا ہے، ہم اپنے قابل قدر حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی، حضرت مولانا ڈاکٹر عزیزالرحمٰن ہزاروی، حضرت مولانا امجد علی شاہ اکوڑوی، حضرت مولانا محمد اسماعیل طورو، حضرت مولانا ذاکرحسن، حضرت مولانا صدیق اللہ، مولانا عرفان الحق، مولانا راشدالحق سمیع صاحبان کو ایسی تقریب کے انعقاد اور اس میں شرکت پر مبارکباد پیش کرتے ہیں ہم تو ایک گھرانے کے مانند ہیں، ہم سب مہمانوں کے تہہ دل سے مشکور وممنون ہیں، تخصص تو پہلے سے یہاں پر رائج تھا اور تخصص فی الفقہ تو کئی سالوں سے یہاں پر کام کررہا ہے، ہم تو خود فقہ والے ہیں اور یہاں پر فقہ کی ہر قسم کی کتابیں بھی میسر ہیں، یہاں سے جن طلباء نے ''تخصص فی الفقہ'' کیا ہے اگر اللہ نے اسباب مہیا کئے تو جلد از جلد ان کے مقالوں کو کتابی شکل میں دارالعلوم کے زیر اہتمام شائع کرنے کا ارادہ ہے (ان شاء اللہ) یہاں سے جن علماء ومفتیان نے ''تخصص فی الفقہ'' کی سند حاصل کی ہے اب وہ اپنے علاقوں میں بڑے پیانے پر علمی ودینی خدمات میں مصروف عمل ہیں، خاص کر پختون سرزمین پر تو ماشاء اللہ بڑے جید مفتیان صاحبان کا دینی کام سب پر عیاں ہے اور افغانستان کی اسلامی حکومت میں ہمارے جامعہ کے فضلاء کرام ہر شعبہ میں قائدانہ حیثیت سے سرگرم عمل ہیں اور ہر ایک کو اپنے علاقے میں بڑی قبولیت حاصل ہے کیونکہ انہوں نے یہاں پر وقت گزار کر یہاں سے مستفید ہوئے ہیں اور فقہ اسلامی میں مہارت بھی حاصل کی، ''تخصص فی الحدیث'' بھی دارالعلوم میں قائم کیا گیا تھا، حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیرعلی شاہ صاحبؒ اکیلے اس شعبہ کو سنبھال رہے تھے لیکن ان کی مصروفیات اور وفات سے یہ سلسلہ رُک گیا تھا، اب الحمدللہ دارالعلوم میں کئی نئے تخصصات شروع ہوچکے ہیں، یہ نہایت خوش آئند علمی وتحقیقی اقدام ہے۔

یہ علمی مناقشے تو بہت فائدہ مند اور دلچسپ چیز ہیں، آج مجھ ناچیز پر اس کی افادیت مزید اجاگر ہوئی اس سے پہلے میرے خیال میں پورے پاکستان کے دینی مدارس میں اس نوعیت اور اس طرز کے بڑے پیانے پر مناقشات نہیں ہوئے، اللہ پاک آپ سب کو اجر جزیل عطافرمائے اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری رہا تو اس کے بہت مفید اور دوررَس نتائج طلباء پر مرتب ہوں گے، اس سلسلے میں ہم آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کریں گے اگر آپ لوگ ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں جس طرح تعاون کرتے رہیں گے جیسا کہ عملے کے ایک حکم پر آپ سب حضرات یہاں جمع ہوگئے تو ان شاء اللہ یہ ترتیب مزید بڑھتی رہے گی، یہاں کے دارالحدیث کے طلبائے کرام میں بھی یہ جذبہ ہے

لیکن ان کو اس طرح کے مواقع میسر نہیں اور نہ ان طلباء کو یہ طریقہ کار معلوم ہے اگر یہ طریقہ کار، کام اور یہ ترتیب انہوں نے دیکھ لی تو شاید یہاں اس بڑے وسیع ہال میں کوئی خالی جگہ بھی نہ رہے۔

اور یہ میرا بچہ بھتیجا مولانا راشدالحق سمیع کا مجھے علم نہیں تھا کہ یہ بڑا ہوکر اتنے بڑے پیمانے پر بڑے بڑے کام کرے گا لیکن آج مجھے معلوم ہوا کہ یہ تو ایک چھپا ہوا خزانہ ہے اور ہم جیسے محاورۃً کہتے ہیں کہ یہ مردہ ہے یہ تو ''مردوں'' میں زندہ نکلا بلکہ اس نے جس چیز کو زندہ کیا کسی نے پہلے زندہ نہیں کیا، اس نے ہمارے ادارے کو مزید روشن کرکے چار چاند لگا دیئے ہیں اور ان شاء اللہ اکوڑہ خٹک کی سرزمین سے اب یہ طریقہ کار پوری دنیا کے دینی مدارس میں رائج ہوگا اور آپ ''تخصص فی الحدیث'' کے اساتذہ ، طلباء، ان کے علمی کاموں اور مناقشوں کو کم نہ سمجھیں بلکہ یہ تو اغیار اور غیر مسلموں شبہات اعتراضات کیلئے ایک بند باندھنے کے مترادف ہے جو عصر حاضر کے فتنوں کے آگے یہ سدِ سکندری ثابت ہونگے کیونکہ جس انداز اور جس دلیری کیساتھ سوال اور جواب ہوتا رہا اتنی دلیری شجاعت اور بہادری کیساتھ غیر مسلم کے آگے اسی طرح ہی کھڑے رہیں گے (ان شاء اللہ) اور جب میں نے غور سے ان سب سوالات و جوابات کا مشاہدہ کیا تو ایسا لگا جیسا کہ جوابدہندہ مذکورہ سوال کا مکمل پوسٹ مارٹم کر رہا ہے تو یہ سب کچھ میرے قابل قدر بھتیجے مولانا راشدالحق سمیع کی کاوشوں اور مساعی کا ثمرہ ہے، یہ ان کا کمال ہے اور انہیں ان علمی کاموں کیساتھ دلچسپی بھی ہے اور محبت بھی ہے۔

آخر میں ایک بار پھر میں آپ سب مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ پاک آپ سب کو اجرِعظیم عطا فرمائے کہ آپ سب حضرات نے اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر دارالعلوم کی انتظامیہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہاں پر تشریف لائے، اللہ تعالیٰ آپ سب کے درجات کو بلند فرمائے اور بالخصوص ان ساتھیوں کا جن کا میں نے ناموں کے ساتھ ذکر کیا ان کا تو میں تہہ دل سے مشکور ہوں، اگر اسی طرح آپ کا تعاون ہمارے ساتھ شامل حال رہا تو ان شاء اللہ عنقریب یہ دورۂ حدیث کے سارے طلبائے کرام یہاں پر موجود ہوں گے،اگر چہ فی الحال انہوں نے اس تقریب میں اسباق کی کثرت اور سال کے آخری ایام کی وجہ سے شرکت نہیں کر سکے اور مجھے بھی ان کاموں کا علم نہیں تھا اور اگر دورہ حدیث کے طلباء اس تقریب میں کہی ہوئی باتوں کو سنیں اور علمی اور تحقیق سوالات جوابات کا مشاہدہ کریں تو شاید اگلے سال یہ سارے طلباء تخصص فی الحدیث میں داخلے کیلئے متمنی ہوں گے اور یہ حقیقت ہے کہ اس تقریب میں جس دلیری کے ساتھ سوالات اور پھر علمی نقطہ نظر کے ساتھ مدلل جوابات دیئے شاید ہی پاکستان میں پہلی بار ایسا مناقشہ ہوا ہو، میں ایک بار پھر میں آپ سب حضرات کا ممنون و مشکور ہوں واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق مدظلہ
مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ

فضیلت علم وعلماء

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد!فأعوذ باللّٰه من الشیطن الرجیم. بسم اللّٰه الرحمن الرحیم .قال اللّٰه تبارك و تعالی فی القرآن المجید و الفرقان الحمید. قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہ:۱۱۴) ''اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما'' و قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من سلك طریقا یبتغِی فِیهِ علما سهل الله له طریقاالی الجنة، وان الملئکة لتضع اَجنِحتها لِطالب العِلمِ رِضا بِما یصنع، وان العالِم لیستغفِر له من فی السمواتِ ومن فِی الارضِ حتی الحِیتان فی الماِء وفضل العالِم علی العابِدِ کفضلِ القمر علی سائِرِ الکواکِبِ، وان العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورِثوا دِینارا ولا دِرهما وانما ورثوا العِلم، فمن اَخذه اخذ بِحظ وافِر(رواه ابوداود والترمذی)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علم کی تلاش میں کسی راہ پر چل پڑے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے، بیشک فرشتے طالب علم کے عمل سے خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور یقیناً عالم کے لیے آسمانوں و زمین کی ساری مخلوقات مغفرت طلب کرتی ہیں، یہاں تک کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں بھی اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے، جیسے چاند کی فضیلت سارے ستاروں پر، بیشک علماء، انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بنایا بلکہ انہوں نے علم کا وارث بنایا ہے، اس لئے جس نے یہ علم حاصل کرلیا، اس نے (علم نبوی اور وراثت نبویؐ سے) پورا پورا حصہ لیا۔''

انسان عبث اور بے سود نہیں

محترم سامعین کرام! انسان دنیا میں ایک خاص مقصد کیلئے آیا ہے اور انسان کی ساٹھ ستر سالہ مختصر

زندگی ایک خاص مقصد کی تکمیل کے لئے ہے،اسی مختصر زندگی پر آنی والی ابدی زندگی کا دارومدار ہے کہ آپ جس طرح اس دنیا میں زندگی گزارتے ہیں اس کا فوری نتیجہ آپ کے ظاہری شناخت اور ساخت پر مرتب ہوتا ہے اسی طرح اس زندگی کے دائمی اثرات ابدی اور اُخروی زندگی پر بھی مرتب ہوتے ہیں،اگر آپ نیک اور صالح ہے اور دینداری کے کام کرتے ہیں تو آخرت میں آپ کو بہترین بدلہ دیا جائے گا اور ناقابلِ یقین اجر وثواب سے نوازا جائے گا لیکن بداعمال کے ارتکاب سے آپ سے باز پرس بھی کی جائے گی اور آپ کو سخت اور دردناک عذاب بھی دیا جائے گا تو معلوم ہوا کہ انسان اس دنیا میں عبث اور بے سود نہیں بلکہ ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

انسان کا مقصدِ تخلیق

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسان کے تخلیق کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاريات : ٥٦) ''اور میں نے جن اور انس اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں''یعنی کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف دنیا طلب کرنے اور اس طلب میں منہمک ہونے کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ انہیں اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں اور انہیں میری معرفت حاصل ہو، یہ عالمگیر صداقت ہے جس کو بطور مقصد کے پیش کیا جارہا ہے کہ انسان اور جنات کا مقصد عبادت ومعرفت ہے اس بنیادی مقصد سے انحراف سے فطرت مسخ ہوگی اور انسانی وقار پامال ہوگا،سو انسان کا مقصد معرفت الٰہی کا حصول ناگزیر ٹھہرا۔

جنوں اور انسانوں کی پیدائش کا اصل مقصد

محترم سامعین کرام! اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسانوں اور جنوں کو بیکار پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ان کی پیدائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، ایک اور مقام پر اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (المومنون:١١٥)

''تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟''

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ :

تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرُ ۝ الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَّهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ (الملك:١-٢)

''بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضے میں ساری بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر

ہے، وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہی عزت والا، بخشش والا ہے۔''

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے انسان! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جاؤ میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند کردوں گا اور اگر تو ایسانہیں کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھ مصروفیات سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔ (ترمذی شریف)

عبادت کیلئے علم ضروری ہے

جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ انسان کا بنیادی مقصد اللہ تعالی کو راضی کرنا ہے اور رضا الٰہی کے حصول کا طریقہ عبادت ہے کہ آپ عبادت کے ذریعے اللہ تعالی کو راضی کرنے کی کوشش کریں اور عبادت کیلئے علم کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر آپ کو عبادت کا طریقہ معلوم نہیں تو آپ عبادت ادا نہیں کر سکتے، آپ خود سوچیں اگر کسی کو نماز کا طریقہ معلوم نہیں تو وہ نماز کیسے قائم کرے گا؟ اگر کسی شخص کو مناسکِ حج معلوم نہ ہو وہ حج کو کس طرح ادا کرے گا؟ اسی طرح اگر کسی کو زکوٰۃ کے اعداد و شمار اور مسائل کا علم نہ ہو تو وہ کس طرح زکوٰۃ کو ادا کرے گا؟ تو ان تمام عبادات اور معاملات کی درست اور بروقت ادائیگی کے لئے علم ضروری ہے کہ آپ مستند اور موثر علم حاصل کریں، علم انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو حصول علم کی طرف مائل کیا ہے کیونکہ علم کے بغیر انسانی زندگی کی تکمیل ممکن نہیں۔

علم بہت بڑی نعمت ہے

اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت علم و دانش ہے، اس نعمت کی وجہ سے انسان کو پوری کائنات پر برتری اور فوقیت دی گئی اور علم انسان کو فرشتوں اور دوسری مخلوقات سے ممتاز بناتا ہے اور یہ ایسی صفت ہے جس کا تسبیح وتقدیس کی طرح خلیفہ الٰہی میں پایا جانا لازمی اور ضروری ہے یعنی خلیفہ اللہ کہلانے والی ہستی کے لئے اعلم ترین ہونا ضروری ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر عالم اور جاننے والا ہوگا، اس لئے تو بابائے انسانیت حضرت آدم علیہ السلام کو عالم بنایا تا کہ آدم علیہ السلام پر عظمت و برتری کا لباس سجایا جاسکے، علم سے بھرپور ہوکر بنی آدم ملائکہ اور دیگر مخلوقات سے اعظم و برتر ہوئے، انسانی معاشرے میں کمزوریاں اور نقصانات جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور جہالت کے خاتمے کیلئے علم ضروری ہے۔

علم کی فضیلت

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم میں اضافے کی دعا مانگنے کی تعلیم دی، اس سے معلوم ہوا کہ علم سے کبھی سیر نہیں ہونا چاہیے بلکہ مزید علم کی طلب میں رہنا چاہئے، یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کی حرص اچھی چیز ہے، جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے بڑے عالم ہیں مگر انہیں حکم دیا گیا کہ زیادتی علم کی دعا مانگو، جب اعلم الناس کو یہ ترغیب دی گئی کہ مزید علم کی طلب اور دعا کرے تو ہم کو خود پر سوچنا چاہیے کہ ہم جانتے کیا ہیں؟ بجز نہ جاننے کے ہم کچھ بھی نہیں جانتے سو ہم کو علم حاصل کرنا چاہیے۔

علم کی عظمت، ترغیب وتاکید

محترم سامعین کرام! مذہب اسلام میں علم کی فضیلت اور عظمت جس بلیغ و دلآویز انداز میں پائی جاتی ہے اس کی نظیر اور کہیں نہیں ملتی، تعلیم و تربیت، درس وتدریس تو گویا اس دین برحق کا جزو لاینفک ہے، کلام پاک کے بابرکت الفاظ میں سب سے پہلا لفظ جو پروردگار عالم جل شانہ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل فرمایا وہ اِقراء ہے یعنی پڑھ، اور قرآن پاک کی ہزاروں آیتوں میں سب سے پہلے جو پانچ آیتیں نازل فرمائی گئیں ان سے بھی قلم کی اہمیت اور علم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، ارشاد ہے:

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (العلق:۳-۵)

''یعنی پڑھ اور جان کہ تیرا رب کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعے سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا''۔

گویا وحی الٰہی کے آغاز ہی میں جس چیز کی طرف سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نوعِ بشر کو توجہ دلائی گئی وہ لکھنا پڑھنا اور تعلیم وتربیت کے جواہر وزیور سے انسانی زندگی کو آراستہ کرنا تھا، یہاں ضمناً اس حقیقت کو واضح کردینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جہاں عام انسانوں کیلئے قلم حصول علم کا ایک دنیوی اور مادی ذریعہ ہے وہاں رحمۃ للعالمین صل اللہ علیہ وسلم اور رب العالمین کے درمیان حضرت جبریل امین علیہ السلام ایک نورانی اور ملکوتی واسطہ ہے، یہی وہ ملکوتی واسطہ ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حصول علم کے مادی ذرائع سے بے نیاز کردیا اور آپ کی تعلیم وتربیت براہ راست خود خالق کائنات نے فرمائی، جس کی تشریح کلام پاک میں بایں الفاظ موجود ہے:

وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء:۱۱۳)

''یعنی اور اتاری اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اور آپ کو سکھائیں وہ باتیں جو آپ جانتے نہ تھے۔''

علم وحکمت کا مرتبہ

علم وحکمت اور دین و دانائی کا درجہ اور علم والوں کا رتبہ اسلام میں کس قدر بلند ہے اس کا اندازہ کلام پاک کی مندرجہ ذیل آیات سے ہوتا ہے

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرہ:۲۶۹)

''یعنی اللہ جسے چاہتا ہے عقل اور دانائی کی باتیں مرحمت فرماتا ہے اور جسے اللہ عقل اور دانائی کی باتیں بخشتا ہے اسے بہت بڑی نعمت عطا کرتا ہے

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ:۱۱)

''اللہ تم میں سے ان لوگوں کے درجے بلند کردے گا جو ایمان لائے اور جنہوں نے علم حاصل کیا۔''

خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر اور مختلف پیرایوں میں علم وحکمت کی ترغیب دلائی ہے، مثال کے طور پر ابھی آپ کے سامنے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک عالم کی برتری ایک عبادت گذار پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنی شخص پر اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اور زمین وآسمان کی ہر شے حتی کہ بلوں کی چیونٹیاں اور سمندروں کی مچھلیاں بھی علم سکھانے والوں کے لئے دعائے خیر کررہی ہیں۔

قرآن حکیم کا نظریہ تعلیم

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اسلام یا قرآن ہم کو تعلیم حاصل کرنے سے روکتا نہیں بلکہ تعلیم کو ہمارے لئے فرض قرار دیتا ہے، وہ تعلیم کے ذریعے ہم کو صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات کے درجہ پر پہنچانا چاہتا ہے، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی علم ثابت کرتا ہے اور اس کو بنی نوع انسان کی حقیقی صلاح وفلاح اور کامیابی و بہبودی کا ضامن بتاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ قرآن حقیقی علم ہے، اور دوسرے تمام علوم وفنون معلومات کے درجہ میں ہیں، ان تمام معلومات کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق حاصل کرسکتے ہیں کیونکہ ان سب کے اصول حضرت آدم علیہ السلام ہی کے خمیر میں ودیعت کردئے گئے ہیں جیسا کہ کلام پاک کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ:۳۱) اور آدم کو اللہ

تعالیٰ نے تمام چیزیں بتادیں، یہی وجہ ہے کہ تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ علم وحکمت اور صنعت وحرفت کے وہ ذخائر جن کے مالک آج اہل یورپ بنے بیٹھے ہیں ان کے حقیقی وارث تو ہم لوگ ہیں لیکن اپنی غفلت وجہالت اور اضمحلال وتعطل کے سبب ہم اپنی خصوصیات کے ساتھ اپنے تمام حقوق بھی کھوبیٹھے، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ دینی علوم کے علاوہ دنیاوی وعمرانی علوم کا کوئی شعبہ یا پہلو ایسا نہیں ہے جو اہل اسلام کے ہاتھوں فروغ نہ پایا ہو، علم کیمیا، طب، ہندسہ، ریاضیات یا ہیئت وفلکیات، طبعیات وحیوانیات ارضیات وحیاتیات، معاشیات واقتصادیات، تاریخ وجغرافیہ اور خدا جانے کتنے بے شمار علوم وفنون اور بیش بہا ایجادات واختراعات کے ایسے ماہر وموجد گذرے ہیں کہ اس دور جدید میں بھی ترقی یافتہ قومیں اپنے جدید سے جدید انکشافات وتحقیقات کے لئے ہمارے آباواجداد کی تشریحات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

علمی زوال مادی زوال کا سبب ہے

مسلمان جب تک اسلام کی صاف اور سیدھی راہ پر چلتے رہے، علم وتحقیق میں مگن رہے اور احکام الٰہی اور تعلیمات نبوی کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے رکھا اس وقت تک ظاہری ومعنوی ہر طرح کی سربلندیوں اور سرفرازیوں سے خود بھی مالا مال ہوتے رہے اور نوع انسان بھی ان کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتی رہی، جب انھوں نے دین کا دامن چھوڑا تو فضل الٰہی نے ان کا ساتھ چھوڑا، برکتوں اور عزتوں نے ان سے منہ موڑا، اور ان کے علوم وفنون، ان کی زبردست طاقتیں اور فلک بوس عمارتیں، ان کے جاہ وجلال اور ان کے مال ومنال کچھ کام نہ آئے، ان سے چھین لئے گئے۔

علم کی مجلس کی فضیلت

علم کی مجلس بہت بابرکت مجلس اور حادیث مبارکہ میں مجلس علم کا بہت سے فضائل وارد ہیں، عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم مر بِمجلِسین فِی مسجِدِہ فقال کِلا هما علی خیرٍ واحدهما افضل مِن صاحِبِه اما هولاء فیدعون اللّٰہ ویرغبون اِلیه فاِن شآءِ اعطاهم واِن شآء منعهم واما هولآ فیتعلمون الفِقه اوِالعِلم ویعلِمون الجاهِل فهم افضل واِنما بعِثت معلما ثم جلس فِیهِم (رواہ لدارمی)

''ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو مجلسوں پر ہوا، جو مسجد نبوی میں

منعقد تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دونوں بھلائی پر ہیں لیکن ان میں سے ایک (نیکی میں) دوسرے سے بہتر ہے، ایک جماعت عبادت میں مصروف ہے، اللہ سے دعا کر رہی ہے اور اس سے اپنی رغبت کا اظہار کر رہی ہے (یعنی حصول مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف امید ہے اور حصول مقصد خواہش الٰہی پر موقوف ہے) لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں دے اور اگر چاہے نہ دے اور دوسری جماعت فقہ یا علم حاصل کر رہی ہے اور جاہلوں کو علم سکھا رہی ہے، چناچہ یہ لوگ بہتر ہیں اور میں بھی معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان میں بیٹھ گئے۔''

اب اس حدیث پر غور فرمائیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ صحابہ کی دو جماعتیں الگ الگ بیٹھی ہوئی ہیں، ایک جماعت تو ذکر و دعا میں مشغول تھی اور دوسری جماعت مذاکرہ علم میں مشغول تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں سے اس جماعت کو بہتر قرار دیا جو مذاکرہ علم میں مشغول تھی اور پھر نہ صرف یہ کہ زبان ہی سے ان کی فضیلت کا اظہار فرمایا بلکہ خود بھی اس جماعت میں بیٹھ کر علماء کی مجلس کو مزید عزت و شرف کی دولت بخشی۔ علم اور عالموں کی اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوسکتی ہے کہ سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے عابدوں کی مجلس کو چھوڑ کر عالموں ہی کی ہم نشینی اختیار فرمائی ہے اور اپنے آپ کو ان ہی میں سے شمار کیا۔

علمی مذاکرہ بہترین عمل ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللّٰہ، یتلون کتاب اللّٰہ، ویتدارسونہ بینھم، لانزلت علیھم السکینۃ ، وغشیتھم الرحمۃ، وحفتھم الملائکۃ، وذکرھم اللّٰہ فیمن عندہ (رواہ مسلم)

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی قوم (جماعت) اللہ کے گھروں یعنی مساجد میں سے کسی گھر یعنی مسجد میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کرتی اور باہم اسے پڑھتی پڑھاتی ہے اس پر سکینت نازل ہوتی ہے، اسے اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے اسے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ان لوگوں میں کرتا ہے، جو اس کے پاس رہتے ہیں یعنی مقربین ملائکہ میں۔''

یہ کتنی سعادت مندی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا تذکرہ اپنے مقرب مخلوقات میں کرتے ہیں کہ دیکھو! میرا فلاں بندہ، ذکر و اذکار اور تعلیم و تعلم کیلئے مسجد آیا ہے اور یہاں میری رضامندی کی خاطر بیٹھا ہے۔

علم کے مجالس جنت کے باغات ہیں

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کے مجالس کو جنت کے باغات قرار دیا ہے جس طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اذا مررتم بِرِياضِ الجنةِ فارتعوا قِيل: يا رسول الله!وما رِياض الجنةِ؟
قال: مجالِس العِلمِ (رواه الطبرانِي)

''جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو (وہاں) بیٹھ کر فراخی کے ساتھ کھایا پیا کرو، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علم کی مجالس۔''

اہل علم کی اہل ذکر پر فضیلت

محترم سامعینِ کرام! آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ مجالس العلم ہی جنت کے باغات ہیں، اگرچہ متعدد کتب احادیث میں یہ حدیث مجلس ذکر کے الفاظ کے ساتھ آئی ہے یعنی یہ فضیلت آقا علیہ السلام نے مجالس ذکر کے لئے فرمائی ہے لیکن طبرانی نے معجم الکبیر میں لکھا ہے کہ اس روایت میں آقا علیہ السلام نے یہ فضیلت مجالس العلم کے لیے بیان فرمائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مجالس الذکر مجالس العلم ہی ہیں، مجالس الذکر بھی جنت کے باغات میں سے ہیں، گویا علم میں ذکر کا معنی ہے، علم جامع ہے، خالی ذکر میں علم کا پورا معنی نہیں پایا جاتا مگر علم میں ذکر کا معنی پایا جاتا ہے، دوسری حدیث پاک جس کو سنن ابن ماجہ میں روایت کیا گیا اس میں بھی علم کو ذکر پر فضیلت دی گئی۔

عن عبدِ الله بنِ عمروؓ قال:خرج رسول الله ذات يوم مِن بعضِ حجرِهِ فدخل المسجِد .فِاذا هو بِحلقتينِ:اِحداهما يقراون القرآن ويدعون الله والاخرى يتعلمون ويعلِمون، فقال النبِى صلى اللهعليه وسلم:كل على خير هولاء يقرئون القرآن ويدعون الله،فاِن شاء اَعطاهم واِن شاء منعهم وهولاِ يتعلمون ويعلِمون واِنما بعِثت معلِما، فجلس معهم (ابن ماجه)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کرتے ہیں ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دو حلقوں میں منقسم بیٹھے دیکھا، ایک حلقہ کے لوگ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور اللہ سے دعا مانگ رہے تھے اور دوسرے حلقہ کے لوگ تعلیم وتعلم میں مصروف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں نیکی کا کام سرانجام دے رہے ہیں، اس حلقہ والے قرآن پڑھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں، خدا اگر چاہے تو انہیں عطا کر دے اور اگر چاہے تو عطا نہ کرے، دوسرے حلقہ والے لوگ تعلیم وتعلم میں مشغول ہیں اور میں بھی معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں (یہ فرما کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کیساتھ بیٹھ گئے۔

درج بالا حدیث سے یہ بات مزید واضح ہوتی ہے کہ آقاؐ نے مجالس العلم کو اس قدر اہمیت عطا فرمائی کہ تعلیم وتعلم کو اپنے منصب کے طور پر بیان فرمایا اور مجلس العلم میں بیٹھنے کو ترجیح عطا فرمائی۔

مجلس علم کو لازم پکڑو

حکیم لقمان جو مشہور ولی گزرے ہیں، انہوں نے اپنے فرزند کو وصیت کی تھی کہ کہ مجلس علم اور علماء کی مجلس کو لازم پکڑو اس سے تم کو خیر ہی خیر پہنچے گا، اس کا تذکرہ احادیث میں بھی موجود ہے، موطا امام مالک میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إِن لقمان قال لِابنِهِ:یابنی!علیك بِمجالسةِ العلماء، واستمع کلام الحکمة، فإِن اللّٰہ یحیِی القلب المیت بِنورِ الحِکمةِ کما یحیِی الارض المیتة بِوابِلِ المطرِ (رواہ مالِك)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو (نصیحت کرتے ہوئے) کہا میرے بیٹے! علماء کے پاس لازمی بیٹھنا اور حکما کی گفتگو غور سے سننا کیونکہ اللہ تعالی مردہ دل کو نورِ حکمت سے زندہ کرتا ہے جس طرح کہ وہ مردہ زمین کو زوردار بارش سے حیات بخشتا ہے۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علما، حکما اور اولیائے عارفین کی مجالس کو مردہ دلوں کے احیا (زندگی) کا ذریعہ فرمایا ہے، ان کی مجالس میں بیٹھنے اور ان کی باتوں کو غور سے سننے سے اللہ تعالیٰ مردہ دلوں

کو زندہ فرما دیتا ہے۔ ایک صالح اور مقرب بندے کا قول دلوں کو زندہ کر دیتا ہے جیسے زوردار بارش سے مردہ زمینیں زندہ ہو جاتی ہیں اور ان میں شادابی آ جاتی ہے۔

مجالس علم بہترین ہم نشینی کا ذریعہ

مجالسِ علم کو بہترین ہم نشینی کا ذریعہ کہا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللّٰہ! أی جلسائِنا خیر؟ ہمارے بہترین ہم نشیں کون ہیں؟ قال: من ذکرکم اللّٰہ رؤیتہ، وزاد فی عِلمِکم منطِقہ وذکرکم بِالآخِرۃِ عملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا دیکھنا تمہیں اللہ کی یاد دلا دے، جس کا بولنا تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے (رواہ ابو یعلی وعبد بن حمید) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مبارکہ میں اپنے جامع کلمات کے ذریعے مجالسِ علم کی برکات، صحبت صلحاء کے ثمرات اور مجالس کے انعقاد کے مقاصد کو واضح فرمایا ہے، ہم کیسی مجالس میں شرکت کریں؟ ہم نشین کا انتخاب کیسے کریں؟ ہماری مجالس کے عنوان کیا ہوں؟ آقا علیہ السلام نے تین چیزیں بیان فرما کر ایک پیمانہ عطا کر دیا، جس کا دیکھنا تمہیں اللہ کی یاد دلا دے، جس کا بولنا تمہارے علم میں اضافہ کرے، جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

علم انبیاء کی میراث ہے

علم انبیا کرام علیہم السلام کی میراث ہے اور علمائے کرام انبیائے کرام کے ورثا ہیں، اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو طبرانی میں ابو ہریرہؓ کے حوالے سے مروی ہے کہ

> انہ مر بسوق المدینۃ، فوقف علیھا، فقال: رضی اللّٰہ عنہ یا اھل السوق! ما اعجزکم؟ قالوا: وما ذاك یا اباھریرۃ؟ قال: رضی اللّٰہ عنہ ذاك میراث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقسم، وانتم ھاھنا لا تذھبون فتأخذون نصیبکم منہ قالوا: واین ھو؟ قال: رضی اللّٰہ عنہ فی المسجد فخرجوا سراعا الی المسجد، ووقف ابوھریرۃ لھم حتی رجعوا، فقال لھم: ما لکم یا اباھریرۃ؟ قالوا: یا ابا ھریرۃ فقد اتینا المسجد، فدخلنا، فلم نر فیہ شیئا یقسم. فقال لھم اباھریرۃؓ اما رایتم فی المسجد احدا؟ قالوا: بلی، راینا قوما یصلون، وقوما یقر ون القرآن، وقوما یتذاکرون الحلال والحرام، فقال لھم ابوھریرۃؓ ویحکم، فذاك میراث محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم

حدیث مذکور کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار سے گزر رہے تھے کہ دیکھا کہ کچھ لوگ اپنے کاروبار میں مصروف ہیں تو آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگ یہاں ہو اور مسجد میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہورہی ہے، تو وہ لوگ مسجد کی طرف نکلے، وہاں جا کے دیکھا کہ کچھ لوگ نمازوں میں مشغول تھے تو کچھ تلاوت میں اور کچھ حضرات حلال وحرام کا مذاکرہ کررہے تھے یعنی شرعی مسائل کا مذاکرہ ہورہا تھا، جب لوگوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے دریافت کیا کہ آپ نے جو کہا تھا یعنی تقسیم میراث کی بات وہ کہاں ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث یہی تو ہے یعنی نماز، تلاوت اور دینی مسائل کا مذاکرہ، اس حدیث میں اس مشہور روایت کی تشریح بھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں لیکن وہ مال کے وارث نہیں ہیں بلکہ علم دین کے وارث ہیں، اس کی نشر اشاعت انہی کی ذمے داری ہے، چنانچہ صاحب مرقات نے اسی حدیث کی تشریح کے تحت اسے نقل کیا ہے، اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ استقبال کیلئے کسے کھڑا کیا گیا تھا اور نہ یہ مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ مسجد سے بازار گئے تھے، ممکن ہے وہ مسجد سے گئے ہوں، یہ بھی ممکن ہے کہ مسجد کے پاس سے جب وہ گزر رہے تھے تب انھوں نے یہ معمول دیکھا نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ روزانہ کے معمول کے پیشِ نظر انھوں نے یہ بات کہی ہو۔

کتاب اللہ کی ایک آیت سیکھنا سو رکعات سے افضل ہے

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ

قال لِی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یا ابا ذر، لان تغدو فتعلم آیۃ مِن کِتابِ اللّٰہخیر لک مِن ان تصلِی مِائۃ رکعۃ، ولان تغدو فتعلم بابا مِن العِلمِ عمِل بہ او لم یعمل خیر مِن ان تصلِی الف رکعۃ (ابن ماجہ)

''حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! تم اس حال میں صبح کرو کہ تم (رات بھر جاگ کر) اللہ تعالی کی کتاب میں سے ایک آیت سیکھ لو تو یہ تمہارے لئے سو رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔ تم اس حال میں صبح کرو، کہ (اس دوران) تم علم کا ایک باب سیکھ لو چاہے اس پر عمل کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو تو یہ تمہارے لئے ایک ہزار رکعت نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے۔''

سیدنا ابو ذرؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے

ابو ذر! اگر تو صبح کو (علم سیکھنے کے لئے) نکلے اور اللہ کی کتاب کی ایک آیت سیکھ لے، یہ تیرے لئے سو رکعت (نفل) نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر تو صبح نکل کر علم کا ایک باب سیکھ لے، خواہ اس پر عمل کر سکے یا نہ کر سکے، یہ تیرے لئے ہزار رکعت (نفل) نماز پڑھنے سے بہتر ہے، حدیث مبارک میں علم کا ایک باب سیکھنے سے مراد دین کے کسی بھی شعبے کے مسائل سیکھنا، مثلاً وضو کے مسائل، نماز کے مسائل، روزے کے مسائل، اعتکاف کے مسائل، زکوٰۃ کے مسائل، حج وعمرہ کے مسائل، نکاح وطلاق کے مسائل، خرید وفروخت کے مسائل، قرض کے مسائل وغیرہ، ان میں سے کسی بھی باب کے مسائل سیکھنے پر وہ فضیلت حاصل ہوگی جو مذکورہ بالا حدیث میں آئی ہے حدیث پاک میں ہے طلب العلم فریضة علی کل مسلم علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، اتنا علم تو سبھی پر فرض ہوا کہ حلال وحرام، پاکی ناپاکی، جائز ناجائز کو جانا جا سکے۔

طلبِ علم ناگزیر ہے

سامعین کرام! علم کی طلب ضروری ہے اور اسی پر فضائل وفوائد مرتب ہوتے ہیں، جیسا کہ آپ کے سامنے حدیث پیش کی کہ ابوالدردا رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص علم کی تلاش میں کسی راہ پر چل پڑے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے، بے شک فرشتے طالب علم کے عمل سے خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں، اور یقیناً عالم کے لیے آسمانوں وزمین کی ساری مخلوقات مغفرت طلب کرتی ہیں، یہاں تک کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں بھی اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے، جیسے چاند کی فضیلت سارے ستاروں پر، بیشک علماء، انبیاء کے وارث ہیں اور انبیا نے کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بنایا، بلکہ انھوں نے علم کا وارث بنایا ہے۔ اس لیے جس نے یہ علم حاصل کر لیا، اس نے (علم نبوی اور وراثت نبوی سے) پورا پورا حصہ لیا۔''

طلبِ علم کے فضائل کی توضیح وتشریح کے ضمن میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی راہ پر نکل پڑے اور اس راہ پر نکلنے کا مقصد محض طلب علم یا علم کی تحقیق ہو، چاہے وہ طالب علم گھر ہی میں کیوں نہ ہو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے طلب علم کا بدلہ عنایت فرمائے گا یعنی اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دے گا، علمی راہ اپنانے میں جس طرح حسی راستہ شامل ہے، جس میں انسان اپنے قدموں کے ذریعے چل کر جاتا ہے، اسی طرح اس میں معنوی راستہ بھی شامل ہے، مثلاً انسان علماء کی مجالس اور کتابی ذخیروں سے علم حاصل کرے کیونکہ جو شخص کسی شرعی مسئلے کا حکم جاننے کی غرض سے کتابوں کی

تحقیق و مراجعہ کرتا ہے یا کسی شیخ کی مجلس میں بیٹھ کر اس سے استفادہ کرتا ہے، وہ بھی طلب علم کی راہ طے کر رہا ہوتا ہے، گرچہ وہ بیٹھا ہوا ہی کیوں نہ ہو، اس حدیث میں مذکور فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان و زمین کی ساری مخلوقات یہاں تک کہ سمندر میں موجود مچھلیاں اور خشکی میں پائے جانے والے چوپائے بھی ان علماء کے حق میں مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں، طلب علم کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ اللہ عز وجل کی مکرم و معزز مخلوق فرشتے بھی طالب علم کو علمی مشاغل میں مصروف دیکھتے ہوئے خوشی سے علم اور اہل علم کے روبرو اپنی فروتنی اور ان کی عظمت کے اعتراف میں اپنے پنکھ بچھا دیتے ہیں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کردہ فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ علماء، انبیاء کے وارث و جانشین ہوتے ہیں، یہ اس طرح سے کہ انہیں انبیاء سے علم اور عمل کی دولت وراثت میں حاصل ہوئی نیز دعوت الی اللہ اور انسانوں کی اللہ اور اس کے دین کی طرف رہنمائی کا فریضہ بھی انھیں وراثت میں ملا ہے۔ اس میں یہ فضیلت بھی بیان کی گئی ہے کہ عابد پر عالم دین کو ایسے ہی امتیاز و برتری حاصل ہے، جیسے رات کے وقت کامل چاند کو دیگر سارے ستاروں پر حاصل ہوتی ہے کیوں کہ عبادت کا نور اور اس کا کمال محض عابد تک محدود رہتا ہے، جس میں عابد کے علاوہ کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا اور اس نور کی حیثیت محض کسی ستارے جیسی ہے جبکہ علم کا نور اور اس کا کمال یہ ہے کہ وہ عالم کے علاوہ دیگر انسانوں کو بھی مستفید ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کا بھی ذکر فرمایا کہ انبیاء نے اپنے جانشینوں کیلئے دنیا کی کوئی بھی چیز وراثت میں نہ رکھی، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دنیا میں درہم و دینار کی بجائے علم جیسی انتہائی عظیم میراث باقی رکھی لہٰذا جس شخص نے اس علمی ورثے کو لے لیا تو حقیقتاً اس نے بھرپور انداز میں انبیا کی میراث پائی اور یہی حقیقی اور نفع بخش میراث ہے، یہاں مسلمان کو اس غلط فہمی میں نہ رہنا چاہیے کہ فضیلت یافتہ عالم کی زندگی عمل سے اور عابد کی زندگی علم سے خالی ہوسکتی ہے بلکہ اگر عابد کا دامن علم سے بھر جائے تو وہ اپنے عمل میں قوی ہوجائیگا اور اگر عالم اپنے علم پر عمل پیرا ہوجائے تو وہ اپنے علم میں قوی ہوگا، اسی بنا پر انہی علماء کو انبیاء کا وارث قرار دیا گیا جو علم اور عمل کی اعلیٰ خوبیوں کے حامل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں اور اس کی راہ کے راہ گیروں کا یہی طریقہ و منہج رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی ہمیں اس مقصد سے ہمیشہ کیلئے جوڑے رکھے اور حصولِ علم کی توفیق اور ہمت سے مالا مال رکھے اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ اپنے علم سے علم عطا فرمائے (آمین)

پروفیسر ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی
دانشور،محقق،عالم،نقادومصنف

آتی ہے اردو زباں آتے آتے

ہزاروں نہیں لاکھوں انسان یہ خیالِ خام رکھتے ہیں کہ وہ اردو زبان اچھی طرح جانتے ہیں، وہ اردو بولتے ہیں کیونکہ یہ ان کی مادری زبان ہے جبکہ مرزا داغ دہلوی کا کہنا ہے کہ یہ خیال محض خوش عقیدگی اور غلط فہمی پر مبنی ہے ورنہ وہ اردو زبان جو بے عیب ہو اور جس میں محاورہ اور قواعد کی غلطی نہ ہو، کچھ ایسی آسان نہیں کہ اس کے جاننے کا ہر دعوی درست ہو، ان کا کہنا ہے کہ اردو زبان بڑی مشکلوں سے آتی ہے اور آتے آتے آتی ہے، بڑی مشق ،ممارست اور مزاولت کے بعد آتی ہے اور اساتذ سخن اور کاملین فن کی صحبت اختیار کرنے کے بعد آتی ہے اور اس کے بعد بھی زبان کی غلطیوں سے کبھی کبھی دامن بچالینا مشکل ہوجاتا ہے، ایک واقعہ توضیح مدعا کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔

جوش ملیح آبادی کا شمار ان ماہرِ فن شعرا میں ہوتا تھا جنہیں زبان و بیان کی صحت پر مکمل دسترس حاصل تھی اور جن کا فرمایا ہوا ایک ایک لفظ مستند سمجھا جاتا تھا؟ ایک بار جگن ناتھ آزاد ان کی مجلس میں آئے اور بعد تسلیم انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کے مزاج بخیر ہیں؟ مجلس کے اختتام پر جگن ناتھ آزاد نے جوش صاحب سے ان کی مہارت زبان کا اعتراف کرتے ہوئے التماس کیا کہ اگر وہ کوئی غلطی ان کی زبان میں دیکھیں تو بے تکلف آگاہ کردیا کریں، جوش صاحب نے جواب دیا کہ میاں! یہ بات لوگ کہہ تو دیتے ہیں لیکن ٹوکنے پر برا بھی مانتے ہیں، جگن ناتھ آزاد نے انہیں یقین دلایا کہ وہ ہرگز برا نہیں مانیں گے بلکہ شکر گزار ہوں گے، تب جوش صاحب نے کہا کہ دیکھئے ابھی آپ نے آتے ہی پوچھا تھا، مزاج بخیر ہیں؟ یہ لفظ مزاج اگرچہ بہت سی چیزوں کا مجموعہ ہے لیکن اس کا منفرد استعمال ہی درست ہے، یوں پوچھنا چاہئے تھا آپ کا مزاج بخیر ہے؟ اس واقعہ کے بہت دنوں کے بعد جگن ناتھ آزاد پھر جوش صاحب کے یہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ پروفیسر آل احمد سرور تشریف لائے اور آتے ہی انہوں نے جوش صاحب سے سوال کیا، آپ کے مزاج بخیر ہیں؟ بعد میں جب پروفیسر آل احمد سرور گفتگو کرنے کے بعد واپس چلے گئے، جگن ناتھ آزاد نے جوش سے کہا دیکھئے! یہ اتنے بڑے پروفیسر ہیں اور یہ بھی ''مزاج بخیر ہیں'' بولتے ہیں، جوش نے ہنس کر کہا کہ میاں! آج کل اردو کے پروفیسروں کو اردو کہاں آتی ہے؟

یہ قصہ خود جگن ناتھ آزاد نے اپنے مضمون میں لکھا تھا جو''ہماری زبان'' دہلی میں شائع ہوا تھا۔ جوش کے مقام ومرتبہ سے ہر شخص واقف ہے اور زبان کے معاملہ میں انہیں سند کا درجہ حاصل ہے، اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، خود انہیں بھی اپنی زبان دانی پر فخر تھا، لیکن خدائی انتظام یہ ہے کہ فوق کل ذی علم علیم ہر جاننے والے سے بڑھ کر کوئی دوسرا جاننے والا بھی ہوتا ہے، اس لئے اب ایک دوسرا واقعہ سن لیجئے! سید مسعود حسین ادیب مرحوم مشہور ادیب اور زبان داں تھے، لفظوں کے بالکل درست مفہوم اور ان کے دروبست پر ان کی نظر بہت گہری تھی، کوثر وتسنیم سے ڈھلی ہوئی زبان لکھتے تھے، ڈاکٹر محمد حسن نے اپنے ایک مضمون میں ان کا واقعہ لکھا ہے کہ جوش ملیح آبادی نے اپنی ایک مشہور نظم پڑھی جس کا ٹیپ کا مصرع تھا...... رواں دواں بڑھے چلو، رواں دواں بڑھے چلو، جوش کو کلام پر خوب خوب داد مل رہی تھی، جلسے کے بعد مسعود صاحب نے بڑی شائستگی سے جوش سے کہا، جوش صاحب! آپ جب یہ نظم شائع کریں تو یہ نوٹ ضرور دے دیں کہ رواں دواں کا لفظ لغوی مفہوم میں استعمال ہوا ہے، محاورے کے اعتبار سے نہیں، جوش صاحب چوکنا ہوگئے اور پوچھا کہ محاورہ کے اعتبار سے اس کا کیا مفہوم ہے؟ مسعود صاحب نے بتایا کہ رواں دواں کا محاورہ کے اعتبار سے وہ مفہوم ہے جو صفی لکھنوی نے یتیموں کے بارے میں اپنی نظم میں ادا کیا ہے: رواں دواں ہیں، غریب الدیار ہیں ہم لوگ رواں دواں یعنی مارے مارے پھرنے والے بے سہارا لوگ، جوش صاحب لفظوں کے اسرار ورموز سے آگاہ تھے پھر بھی ایک غلطی ان سے سرزد ہو ہی گئی، محاورے کے اعتبار سے ان کے مصرع کا مطلب یہ ہوگیا کہ مارے مارے پھرنے والے بے سہارا لوگوں کی طرح بس چلتے رہو۔

زبان وبیان کو غلطیوں سے پاک رکھنے کے لئے زبان وبیان کے ماہرین کی تحریریں پڑھنے، کلاسیکی شاعری کا مسلسل مطالعہ کرنے اور ہوسکے تو اہل زبان کی مجلسوں میں بیٹھنے اور ان کی گفتگو سننے کی عادت ڈالنی چاہئے، اس کے بغیر زبان کا مزاج آشنا بننا اور گفتگو اور تحریر کو غلطی سے منزہ رکھنا ممکن نہیں ہوتا ہے چونکہ اس ماحول میں نئی نسل کی پرورش نہیں ہوئی ہے اس لئے تذکیر وتانیث اور محاورے کی غلطیاں وبائی امراض کی طرح عام ہوتی جارہی ہیں، اب باذوق لوگ بھی گھروں میں بچوں کو زبان کی غلطیوں پر ٹوکتے نہیں ہیں حالانکہ زبان کی خرابی بھی ایک طرح کی بیماری ہے اور اس کے علاج کی فکر ہونی چاہئے، محاورے کی غلطیوں کی چند مثالیں دیکھئے! کہ ایک لکھنے والے نے ایک صاحب کے علمی ذوق کی تعریف کرتے ہوئے لکھا کہ بوڑھے ہوچکے ہیں، بیمار رہتے ہیں پھر بھی روزانہ لائبریری جاتے ہیں، سچ ہے چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے، لکھنے والے کو احساس نہیں ہوا کہ چور والا

محاورہ ذم کے لئے آتا ہے، تعریف کے لئے نہیں آتا، اسی طرح سے ایک صاحب نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ آپ اپنی گاڑی مجھے دیجئے، میں اس پر اپنا ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہوں، زبان سے بے خبری کی وجہ سے انہیں جملہ میں بے احترامی کے مخفی مفہوم کا اندازہ نہیں ہوسکا، چنانچہ غیر شعوری طور پر زبان کی بے سلیقگی پیدا ہوگئی، اسی طرح سے لوگ بولتے ہیں میں فلاں صاحب کو اسٹیشن چھوڑنے جارہا ہوں گویا مہمان نہ ہوا بلی ہوئی جسے لوگ بند کرکے دور اس غرض سے چھوڑتے ہیں تاکہ وہ واپس نہ آسکے، یہ بھی نہیں کہنا چاہئے کہ ''میں بچے کو اسکول چھوڑنے جارہا ہوں''، چھوڑنے کے بجائے پہنچانے کا لفظ مناسب ہے، اسی طرح یہ جملہ بھی درست نہیں کہ ''شہر میں تبلیغی جماعت کا اجتماع ہونے جارہا ہے''، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ تبلیغی جماعت کا اجتماع ہونے والا ہے یا ہوگا، ہونے جارہا ہے انگریزی کا لفظی ترجمہ ہے اور اردو زبان کے مزاج کے مطابق نہیں ہے، ایک صاحب میر سے ملنے آئے اور کہا کہ ''آپ کو زحمت دینے کی معافی مانگتا ہوں''، انہیں کہنا چاہئے تھا ''معافی چاہتا ہوں''، میر صاحب تنک مزاج تھے اور غلط زبان نہیں سن سکتے تھے، انہوں نے غصہ میں کہا ''بھیک مانگو بھیک، معافی کیا مانگتے ہو''، ایک صاحب نے مضمون میں لکھا تھا ''ایک بے نام سی کسک اس کے سینہ میں ٹیس مارتی تھی''، یہاں بھی محاورہ کی غلطی ہے ٹیس اٹھنا محاورہ ہے نہ کہ ٹیس مارنا، بہت سے لوگ حیدرآباد میں بولتے ہیں ''میں نے بی اے کا امتحان کامیاب کرلیا'' یہ غلط ہے، صحیح محاورہ امتحان میں کامیاب ہونا ہے نہ کہ کامیاب کرنا، بہار میں بہت سے لوگ اس طرح بولتے ہیں ''میں مکہ سے مدینہ گیا'' (کاف اور نون پر زبر کے ساتھ) حالانکہ امالے کے ساتھ پڑھنا چاہئے صحیح یہ ہوگا ''میں مکے سے مدینے گیا''، میں پٹنے سے آرہا ہوں نہ کہ پٹنہ سے آرہا ہوں، دلیل کے طور پر داغ دہلوی کا یہ شعر ہے......

کسی کا مجھ کو نہ محتاج رکھ زمانے میں ــــ کمی ہے کون سی یارب ترے خزانے میں

شعر میں زمانہ اور خزانہ نہیں پڑھا جائے گا، بہت سے لوگ ''استفادہ حاصل کرنا'' بولتے ہیں، استفادہ باب استفعال سے ہے اور اس میں حصول کا مفہوم داخل ہے، اس لئے کہنا چاہئے ''میں نے استفادہ کیا''، کچھ لوگ بولتے ہیں ''میں نے یہ کام کرا''، حالانکہ کہنا چاہئے کہ ''میں نے یہ کام کیا''، قاعدہ ہے کہ دو مختلف زبانوں کے لفظوں کے درمیان اضافی ترکیب درست نہیں ہے، اس لئے لبِ سڑک درست نہیں ہے، اسے اگر درست قرار دیا جائے گا تو فوق البھڑک اور کثیر المہک بھی درست ہوگا پھر تو کوئی یوں بھی لکھ سکتا ہے کہ ''لبِ گھڑا ایک ٹکڑائے نان رکھا ہوا تھا جسے دیکھ کر لبِ چوہے پر مسکراہٹ دوڑ گئی''، یاد رکھنا چاہئے کہ خورشید الاسلام، اختر الایمان اور اختر واسع یہ سارے

نام قاعدے کے اعتبار سے غلط ہیں کیونکہ ان میں دو زبانوں کے لفظوں کے درمیان اضافی ترکیب ہے، تمام اردو اخبارات میں مرنے والے کے لئے مہلوک کا لفظ عام ہوگیا ہے، اہل ادب اور اہل زبان کو یہ لفظ نہیں استعمال کرنا چاہئے اور آج تک کسی مستند ادیب اور صاحب قلم نے استعمال نہیں کیا ہے، فعل ھلک لازم ہے نہ کہ متعدی، اس لئے مرنے والا ہالک ہے، قرآن میں آیا ہے اللہ کی ذات کے سوا ہر شئے ہالک ہے لیکن ہالک کا استعمال اردو میں نہیں ہے اس لئے فارسی ترکیب ہلاک شدگان یا کوئی اور مناسب لفظ استعمال کرنا چاہئے۔ زبان کے قاعدوں سے ناواقفیت کی وجہ سے بہت سے لوگ ناراضگی کا لفظ بولتے اور لکھتے ہیں، صحیح لفظ ناراضی ہے جو حاصل مصدر ہے ناراض کا، گی کے ساتھ حاصل مصدر وہاں بنے گا جہاں آخر میں ہائے مختفی آتی ہو جیسے زندہ سے زندگی، بندہ سے بندگی وغیرہ، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ بھی بعض غلطیاں پھیلائی گئی ہیں، ''آیئے پروگرام کی شروعات کرتے ہیں'' اور'' ٹرین الٹ گئی اور پچاس آدمی مارے گئے''، یہ دونوں جملے غلط ہیں، ہونا چاہئے پروگرام شروع کرتے ہیں اور پچاس آدمی مرے یا مرگئے۔ اسی طرح سے مرغن، مچرب اور رہائش کے الفاظ بھی غلط ہیں، روغن عربی زبان کا لفظ نہیں اس لئے باب تفعیل سے اس کا اسم مفعول محمد کے وزن پر مرغن اور اسی طرح چربی سے مچرب بنانا درست نہیں ہے، رہنا اردو کا مصدر ہے اس لئے فارسی کے حاصل مصدر آسائش اور آرائش کے وزن پر رہائش کا استعمال درست نہیں ہوگا۔

ایک معروف معاصر ادیب اور محقق نے ۸۵۰ صفحات کے ناول (جو ابھی حال میں شائع ہوا ہے) میں کئی جگہ کواغز کا لفظ کاغذ کی جمع کے طور پر استعمال کیا ہے، کاغذ عربی کا لفظ نہیں، اس لئے مفاعل کے وزن پر جو عربی جمع کا وزن ہے کواغز کہنا درست نہیں ہوگا، مساجد مسجد کی جمع بالکل درست ہے لیکن منادر مندر کی جمع درست نہیں، زبان کی صحت کے بارے میں یہ دلیل درست نہیں کہ لوگ بولتے ہیں، دلیل قواعد سے دینی چاہئے یا قابل اعتبار لغت کی کتاب سے یا مستند شاعر وادیب کے کلام سے، عوام کی غلطی کو فصیح قرار دینا زبان و ادب کی دنیا میں جنگل کا راج قائم کرنا ہے اور انارکی پھیلانا ہے، ''غلطی ہائے مضامین'' کا سلسلہ بہت دراز ہے، تمام غلطیوں کی نشاندہی ممکن ہی نہیں، صرف ایک ایسی غلطی پر یہ مضمون ختم ہوجاتا ہے جو پورے ملک میں عام ہوچکی ہے، عوام تو عوام ہیں اب خواص بھی کثرت سے لفظ ''اللہ'' کو جس کے ساتھ توحید کا عقیدہ وابستہ ہے بطور جمع استعمال کرنے لگے ہیں۔

واعظین شیوا بیان اور مبلغین کرام مسجدوں میں اور تبلیغی اجتماعات میں تقریروں میں پرسوز لہجہ میں کہتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں''، شان توحید یہ ہے کہ کہا جائے ''اللہ تعالی فرماتا ہے''، وہ

علماء جن کی زبان سند کا درجہ رکھتی ہے جیسے مولانا آزادؒ، علامہ شبلیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، ابوالاعلی مودودیؒ، ابوالحسن علی ندویؒ اور جتنے بھی اردو زبان کے بڑے ادیب اور شاعر گزرے ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی آج تک لفظ اللہ کو صیغہ جمع میں استعمال نہیں کیا ہے، جواب میں یہ نہ کہا جائے کہ غایت احترام میں'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' کہا جاتا ہے، کیا زبان کے ماہرین مذکور بالا علماء اللہ کا احترام نہیں جانتے تھے، جن علماء کو زبان کی صحت سے کوئی غرض نہیں اور جنہیں ادب سے سروکار نہیں، جن کی اردو مستند نہیں، انکا نام سند اور دلیل کے طور پر نہیں لانا چاہئے۔

زبان وادب کا مناسب ذوق پیدا کرنے کے لئے ادباء اور شعراء کا کلام پڑھنا چاہئے، اسی کے ساتھ تھوڑی سی عربی زبان سے اور تھوڑی سی فارسی سے واقفیت ضروری ہے، اردو زبان کی چاشنی، شیرینی اور اس کے رنگ و روغن کی حفاظت کے لئے عربی اور فارسی کا علم بھی ضروری ہے، تمام اسکولوں میں اردو کے ساتھ عربی یا فارسی کا بھی ایک اختیاری مضمون ہونا چاہئے، عربی اور فارسی سے ناواقفیت کی وجہ سے کبھی کبھی فاش غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں، ایک ادیب، ادیب کی جمع اِدِبا پڑھا کرتے تھے، الف پر زبر دال کے نیچے زیر اور ب پر تشدید اور زبر کے ساتھ اور کہتے تھے طبیب کی جمع اطِبا ہے، اسی وزن پر ادیب کی جمع اِدِبا ہے، ایسی غلطی عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جو لوگ ادیب کی جمع صحیح استعمال کرتے ہیں وہ بھی عربی نہ جاننے کی وجہ سے اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے ہیں کہ جب طبیب اور ادیب ہم وزن ہیں تو دونوں کی جمع ہم وزن کیوں نہیں ہے؟ ایک صاحب نامور (طاقتور کی طرح) کو نامور کافور کے وزن پر پڑھتے تھے اور ایک صاحب گل بداماں کا مطلب بتا رہے تھے بادام کا پھول، یہ غلطیاں فارسی سے نابلد رہنے کی وجہ سے ہوتی ہیں، تھوڑی سی عربی اور تھوڑی سی فارسی سیکھ لینے سے اردو تحریر میں خوبصورتی اور شگفتگی پیدا ہوجاتی ہے۔

اردو زبان کی باریکیوں کو سمجھنے اور اس کا مزاج آشنا بننے کیلئے ریاضت و مزاولت کی ضرورت ہے، نثر و شعر کے اچھے نمونے جب تک نظر سے نہیں گزریں گے مذاق سخن کیسے پیدا ہوگا؟ افسوس کہ دینی مدارس میں جو ہزاروں کی تعداد میں اس ملک میں ہیں باستثنا چند اردو زبان و ادب سے بے توجہی برتی جاتی ہے اور یہ فرض کرلیا جاتا ہے کہ ہمیں اردو آتی ہے، اسکولوں و کالجوں کے طلبا اور یونیورسٹی کے پروردہ گورا شاہی اردو بولنے لگے ہیں جیسے'' مجھے آفٹرنون میں جوبلی ہال جاتا ہے وہاں تھری او کلاک کو پروگرام اسٹارٹ ہوجائیگا''، اردو کے ساتھ اس ظلم و جفا سے اس کا جسم لہولہان ہے، وہ شاخ جو کبھی شاخ نہال تھی جس پر نواسنجان گلشن کا بسیرا تھا، شاخ بریدہ بن گئی ہے، اس کی شادابی ختم ہوچکی ہے، زبان کے بارے میں اس قدر لاپروائی اور بے توجہی سے زبان کیسے آئے گی؟

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی
لیکچرر مونسٹر ٹیکنالوجی یونیورسٹی آئرلینڈ

بٹ کوائن کو کون کنٹرول کرتا ہے؟

کمپیوٹر سائنس نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے، چاہے وہ سمندر میں زیرِ آب چلنے والی آبدوز ہو یا آسمانوں کی بلندیوں پر چلتے ہوئے ہوائی جہاز، وہ پٹرول پمپ پر لگا فیول بتانے والا پینل ہو یا دماغ میں فٹ ہونے والی چھوٹی سی چپ، ہمیں ہر جگہ کمپیوٹر سائنس کے شاہکار نظر آتے ہیں اور ان میں کلیدی کردار کمپیوٹر سافٹ ویئر کا ہوتا ہے جس کی مدد سے کمپیوٹر ہارڈ ویئر یا آسان الفاظ میں microprocessor کو کنٹرول کیا جاتا ہے، کمپیوٹر سافٹ ویئر کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔

پہلی قسم Proprietary Software کی ہے یعنی وہ سافٹ ویئر جو کسی کمپنی یا ادارے کی ملکیت ہوتے ہیں اور ان کو استعمال کرنے کیلئے باقاعدہ فیس دے کر لائسنس حاصل کیا جاتا ہے، Microsoft Windows Operating System اس کی ایک مثال ہے نیز ان پروپرائیٹری سافٹ ویئرز میں اگر کوئی تبدیلی کرنی ہے یا کوئی خرابی واقع ہوتی ہے تو متعلقہ کمپنی ہی اس مسئلے کو حل کرتی ہے، عمومی طور پر پروپرائیٹری سافٹ ویئرز کا سورس کوڈ بھی صارفین کے ساتھ شیئر نہیں کیا جاتا اور سافٹ ویئر بنانے والی پروپرائیٹری کمپنی ہی کا سافٹ ویئر پر مکمل کنٹرول ہوتا ہے۔

دوسری سافٹ ویئر کی قسم کو Open Source Software کہا جاتا ہے یعنی وہ کمپیوٹر سافٹ ویئرز جن کو استعمال کرنے کیلئے کوئی فیس ادا نہیں کرنی ہوتی اور ہر کوئی ان کو استعمال کر سکتا ہے، اوپن سورس سافٹ ویئرز کو عمومی طور پر پروگرامرز Developers کی ایک ٹیم یعنی کمیونٹی چلاتی ہے اور وہی اسکے اندر نت نئی ترمیمات اور تبدیلیاں کرتی ہے اور کسی ممکنہ خرابی کی صورت میں وہی کمیونٹی مل جل کر اسکا حل نکالتی ہے، Linux Operating System اوپن سورس سافٹ ویئر کی ایک مثال ہے، اوپن سورس سافٹ ویئر کے اندر بھی لائسنس ہوتا ہے، ان میں مقبول جنرل پبلک لائسنس اور MIT License ہیں جس کے تحت کوئی بھی شخص یا ادارہ ان سافٹ ویئرز کو استعمال، ان میں ترمیمات اور حتیٰ کہ انکا کمرشل استعمال بھی کر سکتا ہے

بٹ کوائن کرپٹو کرنسی بھی ایک اوپن سورس بلاک چین سافٹ ویئر پروجیکٹ ہے جو کہ GitHub پر موجود ہے اور اس کو MIT License حاصل ہے یعنی اس کے کوڈ کو کوئی بھی ڈاؤنلوڈ کر سکتا ہے،

استعمال کرسکتا ہے، اس میں تبدیلی کر کے اس سے ایک نیا سافٹ وئیر (کرپٹوکرنسی) بنا سکتا ہے اور حتی یہ کہ اس کا کمرشل استعمال بھی کرسکتا ہے جو کمپیوٹر پروگرامرز اس بٹ کوائن اوپن سورس پرجیکٹ کا حصہ ہیں، ان کی کی گئی بٹ کوائن کوڈ میں تبدیلیاں اور اضافات، اور وہ کس ادارے سے وابستہ ہیں، ان میں سے کچھ کے نام بٹ کوائن ویب سائٹ اور MIT Digital Currency Initiative پر بھی دیکھی جاسکتی ہیں تو بنیادی بات یہ ہے کہ دیگر اوپن سورس سافٹ وئیر پروجیکٹ کی طرح بٹ کوائن کے سورس کوڈ کا انتظام بھی کمپیوٹر پروگرامرز کی ایک ٹیم سنبھالتی ہے جس کو Bitcoin Core Development Team کہا جاتا ہے، یہی کور ٹیم ووٹنگ کے ذریعے بٹ کوائن کے کوڈ میں ترمیمات اور اضافات کرتی ہے اور کسی مجوزہ ترمیم کو شامل کرنے نہ کرنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ بٹ کوائن کے اندر کوڈ میں ترامیم کرنے کیلئے Bitcoin Improvement Proposal (BIP) کا طریقہ کار رائج ہے، بٹ کوائن کی اپنی ویب سائٹ پر دی گئی BIP 2 کی وضاحت کے مطابق وہ عمومی طور پر فیصلہ سازی کے اندر آزاد ہیں اور بٹ کوائن صارفین ہی فیصلہ کرتے ہیں کہ بٹ کوائن کے اندر کون سی تبدیلیاں کرنی ہیں اور یہ ڈی سینٹرلائزڈ طریقہ کار کے مطابق ہوتا ہے البتہ جب کسی تصفیہ طلب مسئلہ کو حل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو پھر کور ٹیم محتاط فیصلہ کرتی ہے مگر یہ مکمل طور پر واضح نہیں کہ اس کا طریقہ کار کیا ہوتا ہے اور آخری فیصلہ کس کا ہوتا ہے، یہ ترامیم دو طرح کی ہوسکتی ہیں ایک Soft Fork اور دوسری ہارڈ فورک Hard Fork ۔BIP 9 کے مطابق سافٹ فورک کی صورت میں واضح مائنرز کی اکثریت ہونی چاہیے تب وہ ترمیم کی جاتی ہے، ہارڈ فورک ہونے کی صورت میں پوری بٹ کوائن اکانومی کو اس تبدیلی کو اختیار کرنا ہوتا ہے جس میں بٹ کوائن رکھنے والے، بٹ کوائن ایکسچینج اور سروس مہیا کرنے والے لازمی شامل ہوں۔اس وقت سو سے زائد ترامیم سوفٹ فورک اور ہارڈ فورک کی صورت میں بٹ کوائن کوڈ کے اندر واقع ہوگئی ہیں۔ ان میں کئی ہارڈ فورک بھی شامل ہیں یعنی اتفاق رائے نہ ہونے کی صورت میں نئی کرپٹو کرنسیوں بنی ہیں، جس طریقے سے سینٹرل بینک شرحِ سود Interest Rate کو اوپر نیچے کردیتا ہے اور مانیٹری پالیسی پر اثر انداز ہوتا ہے، اسی طریقے سے بٹ کوائن کے اندر بھی بٹ کوائن اکانومی کو خاص لوگ کنٹرول کرتے ہیں، مثلاً بٹ کوائن کلائنٹ ورژن Bitcoin-Qt version 0.8.2 کے اندر بٹ کوائن کور ٹیم نے خود ہی فیصلہ کرکے ٹرانزیکشن کی فیس 0.0005 BTC سے 0.0001 BTC کم کردی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بٹ کوائن ہمیشہ بڑی چین Longest Chain کو سپورٹ کرتی ہے مگر یہ کہنا سائنسی طور پر مکمل درست نہیں مثلاً ۲۰ مارچ سن۲۰۱۳ کو BIP 50 کے تحت بٹ کوائن میں ایک ہارڈ فورک ہوا، اس کے تحت جو بٹ کوائن کی بڑی چین تھی اس کو اختیار کرنے کے بجائے چھوٹی چین کو اختیار کیا گیا اور اس کیلئے اس وقت کے دو بڑے مائننگ پولز BTC Guild اور Slush کا سہارا لیتے ہوئے چھوٹی چین

کو اختیار کیا گیا، یہ فیصلہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ بٹ کوائن اکانومی میں چند اکائیوں نے اکثریت کے فیصلے کو رد کیا لہٰذا یہ دعوی کرنا کہ بٹ کوائن کے کمپیوٹر کوڈ کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا، اس کو کوئی کنٹرول نہیں کرتا اور اس میں وقتاً فوقتاً کوئی ترمیم نہیں کرسکتا، یہ سائنسی طور پر درست نہیں۔

سافٹ ویئرز کی اپنی قدر ہوتی ہے، ان کا استعمال کیا جاتا ہے، ان سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور ان کی خرید وفروخت بھی کی جاسکتی ہے مثلاً ایڈوبی سافٹ ویئر کو گرافک ڈیزائنگ میں استعمال کیا جاتا ہے اور اوریکل سافٹ ویئر کے ذریعے سے ریکارڈ کو محفوظ کیا جاتا ہے، جب ہم بٹ کوائن بلاک چین سافٹ ویئر کی بات کرتے ہیں تو اصل میں ہم ایک بلاک چین سافٹ ویئر کی بات کررہے ہوتے ہیں یعنی ایک ایسا سافٹ ویئر جس کے اندر ریکارڈ (یعنی بٹ کوائن) کا اندراج کیا گیا ہے لہٰذا بلاک چین سافٹ ویئر کو دوسرے سافٹ ویئر جیسے ڈیٹا بیس مینجمنٹ سسٹم پر محمول کیا جاسکتا ہے مگر بٹ کوائن کرپٹوکرنسی بذاتِ خود کوئی سافٹ ویئر نہیں ہے، نہ اس کو سافٹ ویئر کی طرح استعمال کیا جاسکتا ہے اور نہ اس سے ذاتی انتفاع حاصل کیا جاسکتا ہے اور نہ یہ دوسرے کمپیوٹر پروگرامز اور ایپلیکیشنز کی طرح ہے، بٹ کوائن کرپٹوکرنسی محض چند نمبروں کا بٹ کوائن بلاک چین سافٹ ویئر میں اندراج ہے لہٰذا بٹ کوائن کرپٹوکرنسی نہ ہی حسی وجود رکھتی ہے اور نہ ہی ڈیجیٹل وجود، اس سے ذاتی انتفاع بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا، اس کی اپنی ذاتی کچھ قدر نہیں اور یہ محض تصوراتی نمبروں کا بٹ کوائن بلاک چین سافٹ ویئر میں اندراج ہے، آپ اسی بٹ کوائن سافٹ ویئر کے کوڈ کو لے لیجئے اور اس کے اندر بٹ کوائن کے بجائے محض تصوراتی زمینوں کی ملکیت کا اندراج کردیجئے تو کیا محض تصوراتی زمینوں کے بلاک چین سافٹ ویئر میں اندراج سے کوئی حقیقی طور پر زمین کا مالک بن جائے گا؟ نہیں، ہرگز نہیں! بس یہی کچھ حال بٹ کوائن کرپٹوکرنسی کا ہے کہ سب سے پہلے جس نے مائننگ کی اس کو بطور انعام ۵۰ بٹ کوائن BTC تخلیق کرکے دیئے گئے یعنی یہ فرض کرلیا گیا کہ جو مائننگ میں کامیاب ہوگا، اس کے ان بٹ کوائن کا اندراج بٹ کوائن بلاک چین سافٹ ویئر میں اس کے ایڈریس کے ساتھ کردیا گیا، خلاصہ یہ کہ مروجہ معاشی نظام میں حکومت اور سینٹرل بینک معاشی نظام کو کنٹرول اور ریگولیٹ کرتے ہیں اور یہ ملک کی عوام، پارلیمنٹ اور عدالتوں کے سامنے جوابدہ بھی ہوتے ہیں، اس کے برعکس بٹ کوائن کرپٹوکرنسی کے اندر بٹ کوائن کور ڈیویلپر ٹیم، مائننگ پولز اور بڑے بڑے بٹ کوائن ایکسچینج بٹ کوائن کی اکانومی کو مجموعی طور پر کنٹرول کرتے ہیں، انہی کی اجارہ داری ہے اور وہ کسی کے آگے جوابدہ بھی نہیں۔

بحث ونظر

مفتی ذاکرحسن نعمانی*

لایعنی کھیل (کرکٹ) کے منفی اثرات

کرکٹ اوردوسرے کھیل فی نفسہ (بذات خود یابالذات) کوئی برافعل یابرا کام نہیں،ایک مباح (جائز) کام اور شغل ہے لیکن جائز اورمباح کام بے مقصد اورغیر مفید ہوسکتا ہے،اگرکوئی بڑی عمر کاصحیح الدماغ اورسنجیدہ آدمی ہمیشہ مٹی کے گھروندے بناتا اورمٹاتا رہےتو ہرعقل مند شخص اِس شخص کی یہ کہہ کرخوب مذمت بیان کرے گا کہ یہ فضول،غیرمفیداورایسا بےمقصد کام کررہاہے جس کا ملک وملت کوکوئی دینی ودنیاوی فائدہ نہیں،فضول وقت ضائع کررہاہے،حالانکہ فی نفسہ مٹی کے گھروندے بنانے میں کوئی گناہ نہیں،ایک مباح کام ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس شخص کولوگ بری نگاہ سے کیوں دیکھتے ہیں اوراس کے اس فعل کو کیوں پسندنہیں کرتے؟ جواب بالکل واضح ہے کہ اس کااس کام سے ملک وملت کوکوئی فائدہ نہیں اگریہی کام (مٹی کے گھروندے بنانا)ایک بچہ یاپاگل کرےتو لوگ ان کو برابھلانہیں کہتے بلکہ دل میں یہی کہتے ہیں کہ بچہ ہے، پاگل ہے، یہی شغل ان کے مناسب ہے،اس لیے ہرآدمی اپنی شان اورحیثیت کے مطابق ملک وملت کی خاطرکوئی مفید شغل اختیارکرتاہے،بچے جب کھیل کھیلتے ہیں توکوئی بھی ان سے گلہ شکوہ نہیں کرتا کہ وقت ضائع کررہاہے،یاغیرمفید کام کررہاہے بلکہ ہرایک کہتاہے بچہ ہے کھیلنے دو،ان کے کھیل کود کایہی وقت ہے،جب بڑے ہوجائیں گے توخود بخود اپنی شان اورحیثیت کے مطابق کوئی مفید شغل اختیارکرلیں گے،یہی بچہ اگر بڑا ہوکر ہمیشہ کھیلتا رہےتوماں باپ سمیت سب پریشان ہوجاتے ہیں،ہرایک اس کونصیحت کرتاہے کہ دیکھو بیٹا! اب آپ کی عمرکھیل کی نہیں،کھیل کازمانہ گزرچکا ہے،اب اپنی شان اورحیثیت کے مطابق ملک وملت کے لیے کوئی مفید کام شروع کردو،لوگوں کی اس نصیحت کوکوئی بھی برانہیں مانتا بلکہ ناصحین (نصیحت کرنے والوں) کواس لڑکے اورملک وملت کاخیرخواہ سمجھتے ہیں۔

---

* استاذ حدیث وتخصص جامعہ علوم القرآن پشاور،استاذ تخصص جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

دنیا کی مذمت کھیل کی مثالوں کے ساتھ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (الحدید:١٩)

''تم خوب جان لو دنیوی حیات محض کھیل تماشا ہے''

(۲) وَ مَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ (العنکبوت:٦٤)

''یہ دنیاوی زندگی کھیل کود کے سوا کچھ نہیں''

(۳) وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ (الانبیاء:١٦)

''اور ہم نے آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس لیے نہیں پیدا کیا کہ ہم کوئی کھیل کرنے والے ہیں۔''

قرآن مجید میں اور بھی آیات ہیں جن میں لہوولعب کا ذکر ہے صرف ان تین آیات پر اکتفا کرتا ہوں، امام راغب ''مفردات القرآن'' میں لعب کے بارے میں فرماتے ہیں :ولعب فلان ان کان فعله غیر قاصد به مقصداً صحیحا'' یعنی جس فعل اور کام کا کوئی صحیح مقصد نہ ہو اس کو لعب (کھیل) کہتے ہیں، لاعبین لاعب کی جمع ہے (اسم فاعل مذکر) بے کار کام کرنے والے کو کہتے ہیں، امام راغب لہو کا معنی بیان کرتے ہیں ''مایشغل الانسان عما یعنیه ویهمه '' وہ کام جو انسان کو بامقصد اور اہم کام سے دوسری طرف مشغول کردے۔

اس تعریف کے ساتھ لہو کا ترجمہ ''تماشا'' بہت مناسب ہے، اس لیے کہ کسی بیکار کام کا تماشا انسان کو اہم اور بامقصد کاموں سے محروم کر دیتا ہے، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ فرماتے ہیں کہ سنجیدگی چھوڑ کر مزاح کی طرف میلان اور جھکاؤ لہو کہلاتا ہے اور کسی ایسے غیر مفید کام میں مشغول ہونا جس کے شغل میں مفید کام ترک ہوجائیں، لعب کہلاتا ہے۔(لغات القرآن)

دنیا بقدر ضرورت

دنیا اگرچہ کھیل تماشا ہے تاہم ایک ضرورت ہے لیکن اس میں حد سے زیادہ انہماک خطرناک روحانی بیماری ہے، حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ آخرت کی سعادت (کامیابی) سے محروم کرنے والے تین حجاب (پردے، جال) ہیں ، ان حجاباتِ ثلاثہ میں ایک حجاب اور جال حجاب الدنیا ہے ، یہ

ایک ایسا جال ہے جس میں عقلاء (عقلمند لوگ) پھنستے ہیں۔ اس میٹھی اور سرسبز دنیا کے جال میں پھنسنے سے بچنے کے لیے قرآن وحدیث میں بڑی واضح مثالوں کے ساتھ دنیا کی مذمت بیان کی گئی ہے، کھیلوں کی طرح فی نفسہ دنیاوی چیزیں ممنوع اور حرام اور ناجائز نہیں لیکن اس میں ایسا انہماک کہ وقت کے ضیاع کے ساتھ دیگر دنیاوی اور اخروی اہم اور مفید کام چھوٹ جائیں تو ایسی دنیاداری ناجائز ہے، حد سے زیادہ دنیاوی انہماک سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو لعب ولہو (کھیل تماشا) کہا ہے، جس طرح کھیل اور تماشے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، نہ کوئی مقصد ہوتا ہے اسی طرح دنیا میں زیادہ انہماک اور خوب سے خوب تر کی تلاش ایک بے مقصد چیز ہے، دنیادار لوگ دنیاداری کو جائز اور مباح سمجھتے ہیں لیکن اس میں قارون کی طرح ایسے پھنس جاتے ہیں جس طرح شہد کے اندر پھنسنے والی حریص مکھی۔ مکھی پورا زور لگاتی ہے مگر نکل نہیں سکتی، بالآخر میٹھے اور لذیذ شہد میں جان دے دیتی ہے۔

یہ بات واضح ہوگئی کہ دنیا ایک ضرورت ہے لیکن اس میں حد سے زیادہ انہماک خطرناک ہے، بیشمار لوگوں کو لے ڈوبی ہے، دنیا کے اس خطرناک پہلو کے وضاحت اور اس سے بچنے کی قرآن وحدیث میں بڑی تاکید آئی ہے اور مثالوں سے سمجھایا گیا ہے کہ دنیا ایک کھیل اور تماشا ہے، کھیل کود میں کچھ دیر تو مزہ آتا ہے مگر کوئی پائیدار اور کوئی مفید چیز نہیں ہوتی، ذرا دیر گزرنے کے بعد سارا مزہ اور تماشا ختم ہوجاتا ہے، اس کے مقابلہ میں مفید، اہم اور بامقصد کاموں کے اثرات مستقبل میں لوگ محسوس کرتے ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی لہو والحدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ شان نزول گو کہ خاص ہو مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام ہوگا جو لہو (شغل) دین اسلام سے پھر جانے یا پھیر دینے کا موجب ہو، حرام بلکہ کفر ہے اور پھر احکام شرعیہ ضروریہ سے باز رکھے یا سبب معصیت بنے وہ معصیت ہے، ہاں جو لہو کسی امر واجب کا مفوت (فوت کرنے والا) نہ ہو اور کوئی شرعی غرض ومصلحت بھی اس میں نہ ہو، وہ مباح ہے لیکن لایعنی ہونے کی وجہ سے خلاف اولیٰ ہے، گھوڑ دوڑ یا تیراندازی اور نشانہ بازی (جو حدِ شریعت میں ہو) چونکہ معتد بہ اغراض ومصالح شرعیہ پر مشتمل ہیں اس لیے لہو باطل سے مستثنیٰ قرار دی گئیں۔ (تفسیر عثمانی، سورۃ لقمان)

کھیل اور ورزش میں فرق

کھیل کی حقیقت تو واضح ہوگئی ہے، ورزش کی حقیقت اور غرض بھی واضح ہے لیکن بعض لوگوں کو مغالطہ لگتا ہے، کھیل کو ورزش سمجھتے ہیں، کھیل فضول، لایعنی اور بے مقصد غیر مفید کام کو کہتے ہیں اور

ورزش ایک بامقصد اورمفید کام ہے، کھیل کے کوئی اثرات باقی نہیں رہتے جبکہ ورزش کے جسم پر بہترین اثرات مرتب ہوتے ہیں، بدن مضبوط اور چست ہوجاتا ہے، بدن اورجسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اس کی حفاظت خوراک، ورزش، علاج اور پرہیز کے ضمن میں ضروری ہے تاکہ دنیا کے مفید اورضروری کام صحیح طور پر سرانجام دے سکے، اسی طرح آخرت سے متعلق اہم اورضروری کاموں کے لئے بھی تندرست، توانا اورصحت مند جسم کی ضرورت ہے مثلاعبادات، حج، نماز جہاداورتبلیغ وغیرہ۔

ورزش کے مختلف طریقے میں

جمناسٹک: (جسمانی اورورزشی کرتب)

جم خانہ میں مختلف طریقوں سے لوگ ورزش کرتے ہیں اورورزش کے مختلف طریقے ہیں اور ہرایک جانتاہے کہ میں ورزش کررہاہوں، نیت بھی ورزش کی ہوتی ہے، کوئی کھیل نہیں کھیلتا لیکن ہر مباح ورزش کرنے والے کو یہ نیت کرنی چاہیے کہ بدن کومضبوط اورصحت مند بناکر دین ودنیا کے مفید اوراہم کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لوں گا، اللہ تعالیٰ کو بھی قوی (Strong) مومن پسند ہے، حدیث میں آتا ہے کہ المؤمن القوی خیر واحب الی اللّٰہ من المومن الضعیف ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر اورمحبوب ضعیف اورکمزورمومن کے مقابلہ میں قوی اورمضبوط مومن ہے'' (مسلم باب فی الامر بالقوۃ وترك الفجرۃ)

کرکٹ اوردیگر کھیل

لیکن کرکٹ اورتمام کھیل ورزش نہیں، ہرکھیل کا کھلاڑی جسم اور بدن کو چاک وچوبند رکھنے کیلئے اور Fitness (موزونیت، اہلیت) کے لیے مستقل طور پر مختلف قسم کی ورزشیں کرتارہتاہے تاکہ اس کا Stamina (قوت برداشت، سکت) باقی رہے، کرکٹ اورتمام کھیل اگرچہ فی نفسہ مباح کام ہیں لیکن پوری دنیا کااس پر اتفاق ہے کہ ان تمام کھیلوں کے مباح طریقوں کوکھیل ہی کہتے ہیں، کھیلوں کوکوئی بھی ورزش نہیں کہتا، کھیلنے والے کوکھلاڑی کہتے ہیں، ورزشی نہیں کہتے اورنہ ہی کھیلوں میں ورزش کی نیت ہوتی ہے، ان کھیلوں کوصحیح طریقے پر کھیلنے کے لیے ہرکھلاڑی الگ ورزش کرتاہے تو پھر کھیل اورمیچ میں ورزش کی نیت کیسے کرے گا، اسے توہار جیت کی فکر ہوتی ہے، اگرچہ ہرمباح کام اچھی نیت سے اچھا بن جاتاہے، مثلاً چندافرادتھوڑی دیر کے لیے شرعی حدود کے اندر کوئی کھیل ورزش کی نیت سے کھیل سکتے ہیں لیکن ورزش کی نیت کے ساتھ ایک اورنیت بھی ضروری ہے، وہ یہ کہ ورزش کی وجہ سے صحت منداورتوانارہ کر دین ودنیا کے مفیداوراہم امورسرانجام دوں گا۔

عام ورزشیں انفرادی ہوتی ہیں ، ورزش اجتماعی بھی ہوسکتی ہے لیکن عام طور پر ہوتی نہیں، اورنہ ورزش کوکوئی کھیل کہتا ہے اورنہ اس کے تماشائی ہوتے ہیں کیونکہ مقصد کھیل تماشا نہیں ہوتا، بیشمار لوگ مختلف جگہوں میں ورزشوں میں مصروف ہوتے ہیں لیکن کوئی تماشائی نہیں ہوتا، اس کے مقابلہ میں کھیل کھیلنے والوں کے لیے ہرجگہ تھوڑے بہت تماشائی ہوتے ہیں جس کہ وجہ سے وہ مباح امر کھیل تماشا بن جاتا ہے، فضول اور بیکار دنیا کی مذمت بیان کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کھیل تماشا کی مثال دی ہے جس طرح کھیل تماشا بے کار اورغیر مفید ہے اسی طرح دنیا میں حد سے زیادہ انہماک فضول اور غیر مفید ہے بلکہ خطرناک ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہرچارسال پر بعد کھیلے جانے والے ان کھیلوں کو اولمپک کھیل(Olympic Games) کہتے ہیں کوئی بھی ان کو ورزش نہیں کہتا جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ کرکٹ وغیرہ کھیل ہے اوران میں ورزش کی نیت بھی نہیں بلکہ محض کھیل اورتماشا ہے جس کی بیکاری قرآن سے ثابت ہے ، حد سے زیادہ دنیاوی انہماک کی مذمت کے لیے لہو ولعب کی مثال دی ہے، سوچنے کی بات ہے پوری قوم (عوام ،وخواص بہ استثناء چند) کرکٹ کے گرویدہ ہیں، کرکٹ کے ہار جیت کو اسلام اورکفر کی ہار جیت سمجھتے ہیں، موبائل اسٹیٹس میں کسی نے پاکستانی کھلاڑی کی تصویر کے ساتھ آیت نصر من اللہ وفتح قریب'' چسپاں کی تھی انا للہ وانا الیہ راجعون، اتنی موٹی اورواضح بات لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی ،کرکٹ کی حقیقت جب ہٹلر کے سمجھ میں آئی تو سب کا صفایا کردیا، غالباً اس کے بعد جرمنی میں کرکٹ کی ٹیم نہیں بنی ۔

مفتی سعید احمد پالنپوریؒ فرماتے ہیں کہ ہروہ کھیل جواللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والا ہو اس کا یہی حکم ہے مثلاً ٹی وی دیکھنا، ناول پڑھنا، افسانہ پڑھنا ،کرکٹ دیکھنا، کومینٹری (Commentry) سننا وغیرہ سب لھو الحدیث اورحرام ہیں، طلبہ کواس سے غایت درجہ اجتناب کرنا چاہیے خاص طور پر کرکٹ کا کھیل توایسا منحوس کھیل ہے کہ جس کو اس کے کھیلنے کی یا دیکھنے سننے کی عادت پڑ گئی وہ کبھی پڑھنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ (تحفۃ الالمعی :۴/۲۰۸)

نامور عالم دین حضرت مولانا سیف اللہ خالد رحمانیؒ فرماتے ہیں کہ ایسا طویل الوقت کھیل نہ ہو جوآدمی کوشرعی فرائض اوراپنی متعلقہ ذمہ داریوں سے غافل کردے جیسے شطرنج اورفی زمانہ کرکٹ، تاش، ایسے کھیل مکروہ ہیں(قاموس الفقہ : ٤/٥٨٧)

یہ بات بھی یاد رہے کہ اسلام شرعی حدود کے اندر تفریح اورورزش کے خلاف نہیں ،جائز

تفریح طبع امور جائز ہیں اسی طرح حدود کے اندر رہتے ہوئے صحیح نیت کیساتھ ورزش جائز ہے، چنانچہ مفید اور اہم امور مثلاً مسلح افواج کی ہر قسم کی ٹریننگ اور جنگی مشقوں کا تماشا جائز ہے، جیسا کہ ۶ ر ستمبر کے موقع پر لوگ تینوں قسموں کے تربیت یافتہ افراد کی جنگی مشقوں کا مظاہرہ کھلی آنکھ سے یا اسکرین پر دیکھتے ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

لقد رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يقول على باب حجرتى والحبشة يلعبون بالمحراب فى المسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم يسترنى بردائه لأنظر الى لعبهم بين اذنه وعاتقه ثم يقول من اجلى حتى اكون انا التى انصرف فاقدروا قدرالجارية بالحديث السن الحريصه على اللهو (مشكوة باب عشرة النساء)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے کے ساتھ کھڑے ہوئے اور حبشی مسجد میں برچھیوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر سے پردہ کیے ہوئے تھے تاکہ میں کھیل دیکھ سکوں، آپ کے مونڈھوں اور کانوں کے درمیان سے پھر میری خاطر کھڑے رہے، یہاں تک کہ میں خود پھری (دیکھنا چھوڑ دیا) پس اندازہ لگاؤ کم سن، حریص لڑکی کا کھیل دیکھنے کے زمانہ یعنی مقدار کو یعنی جب میں دیکھتی رہے آپ کھڑے رہے۔''

مسجد میں برچھیوں کے ساتھ حبشیوں کا کھیل جنگی اور فوجی مشقیں تھیں جو کہ عبادت ہے تیراندازی کی طرح، تمام فوجی مشقیں عبادت ہے، یہاں چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) جنگی اور فوجی مشقیں جائز ہیں اگرچہ مسجد میں ہوں۔

(۲) ان کی طرف دیکھنا یعنی تماشا بھی جائز ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ دونوں دیکھ رہے تھے۔

(۳) حضرت عائشہ کی عمر چھ سال تھی، حدیث السن میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) حضرت عائشہ کا دیکھنا پردہ کے حکم کے نزول سے پہلے تھا۔

(۵) حضرت عائشہ مردوں کی طرف نہیں بلکہ فوجی مشقوں کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

(۶) کم سن لڑکی کو خوش کرنے کے لیے تھا، معلوم ہوا کہ بالغ عورت فوجی جوانوں کی جنگی مشقیں بھی نہیں دیکھ سکتی، کرکٹ کی طرح فضول کھیل تو دور کی بات ہے۔

(۷) صرف مرد حضرات فوجی جوانوں کی جنگی کرتب اور مشقیں دیکھ سکتے ہیں، جبکہ فضول کھیلوں کو

دیکھنا منع ہے، حضرت عائشہؓ کم سن بھی تھیں، حجاب کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر میں چھپا رکھا تھا تاکہ کسی کو نظر نہ آئے، اس حدیث سے بیوی کے ساتھ خوش طبعی اور دل لگی بھی ثابت ہوئی۔

کرکٹ کے منفی اثرات

(۱) کرکٹ بذات خود ایک مباح لیکن لایعنی بے مقصد کھیل ہے، نہ ورزش ہے اور نہ کسی مفید کام کیلئے موقوف علیہ ہے، جس کے بغیر کوئی دنیاوی یا اخروی کام سرانجام نہ دیا جاسکتا ہو، مثلاً ورزش اور تینوں قسم کی مسلح افواج (بری، بحری اور فضائیہ) کی ٹریننگ اور فوجی مشقیں وغیرہ جو جہاد کا موقوف علیہ اور مقدمہ ہیں۔ تین قسم کی ریگولر (تنخواہ دار) افواج کا وجود ہر وقت ضروری ہے، یہ افواج مسلسل ورزش، ٹریننگ اور فوجی مشقوں میں مصروف رہیں گی، کسی بھی وقت جہاد (دشمن کا مقابلہ) کی ضرورت پڑ سکتی ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: ''من حسن الاسلام المرء ترکه مالایعنیه'' (ترمذی) یعنی اچھی مسلمانی کا تقاضا ہے کہ بے مقصد کام چھوڑ دیے جائیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں: ''آدمی کی اصلاح ممکن نہیں جب تک وہ بے مقصد کاموں کا چھوڑ کر بامقصد کام میں نہ لگے، اس سے امید ہے کہ اللہ اس کا سینہ کھول دے'' (ترتیب المدارک: ۱/ ۲۰۹)

(۲) کھیل کے میدان میں دو ٹیمیں کھیلتی ہیں اور پوری قوم کئی کئی مہینے وقفوں کیساتھ تماشائی ہوتی ہے، کھیل تماشا کی مذمت اور برائی آیات سے معلوم ہوگئی۔

(۳) بڑے بڑے اسٹیڈیم اور کھیلوں کے میدان بن گئے ہیں، جن پر ملک وملت کے خزانے سے عوام اور ان کی فلاح و بہبود کی رقم سے اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں، یہ اسراف اور تبذیر ہے، صرف ایک ملک قطر کے اسٹیڈیم پر ۲۲۰ ملین ڈالرز کا خرچہ آیا ہے، اس رقم کے صحیح مصرف سے پوری دنیا کے بعض دنیاوی یا دینی اہم اور مفید امور بطریقہ احسن سرانجام دیے جاسکتے تھے۔

(۴) کھلاڑیوں کی تنخواہیں، سفری اخراجات اور مراعات ملک وقوم کی دولت بے دریغ طریقہ سے خرچ ہو رہی ہے۔

(۵) ان کھیلوں کے تماشا میں مردوں اور عورتوں کے انتہائی اختلاط، بے پردگی، بے شرعی اور بے

حیائی کے مناظر روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

(۶) کھیلوں کے فضول تماشا کے لیے ٹکٹ خریدتے ہیں، جو اسراف اور تبذیر ہے۔

(۷) تماشائیوں کا قیمتی وقت فضول ضائع ہوجاتا ہے، سب سے قیمتی چیز وقت اور اس کا صحیح مصرف ہے۔

(۸) تماشائی کس نیت سے کھیل کا تماشا دیکھتے ہیں، یہ میری سمجھ میں نہیں آتا اگر کوئی کہے کہ کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی کے لیے تماشا کرتا ہوں تو یہ سوچنا چاہیے کہ وہ ملک وقوم کے لیے کون سا اہم اور مفید کا سرانجام دے رہا ہے جس کی حوصلہ افزائی تماشہ سے ہوگی، ان کی تو حوصلہ شکنی کرنی چاہیے، فضول کام کا تو تماشا صحیح نہیں تو حوصلہ افزائی کی نیت کیسے صحیح ہوگی۔

(۹) ملک وقوم کے قیمتی بچوں کی قیمتی تعلیمی اور دیگر قسم کی صلاحیتیں ضائع ہورہی ہیں، طلبہ کرکٹ کے شوق میں اپنا تعلیمی کیریئر خراب کررہے ہیں، ان کی صلاحیتیں ضائع ہورہی ہیں۔ ملک وقوم کی صحیح ترقی یافتہ معیشت کی گاڑی کے لیے مفید پرزوں اور کرداروں کی ضرورت ہے، کھلاڑیوں کی نہیں، مضبوط معیشت کی گاڑی کے لیے عالم، ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان، پروفیسر، وکیل، جج، ڈرائیور، لوہار، مکینک، فوجی، سپاہی اور چوکیدار وغیرہ کی ضرورت ہے، یہ سب معیشت کی گاڑی کے اہم پرزے ہیں، ان پرزوں کی آپس میں ضرورت اور اہمیت کم وزیادہ ہوسکتی ہے لیکن سب کام کے پرزے ہیں، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کھلاڑی معیشت کی گاڑی کا کون سا ضروری اور اہم پرزہ ہے، جس کے بغیر ملک وملت کی گاڑی رک جائے اور چلنا چھوڑ دے کیونکہ بعض اوقات ایک پوشیدہ اور چھوٹا پرزہ جب کام چھوڑ جائے تو گاڑی رک جاتی ہے، چلتی نہیں۔

(۱۰) اولمپک کھیلوں کے زمانے میں معیشت کو سخت دھچکا لگتا ہے، ہر قسم کا کاروبار ماند پڑ جاتا ہے، اس لیے کہ اکثریت کھیلوں کے تماشا میں دن رات مصروف رہتی ہے۔

(۱۱) بعض لوگ بڑی بڑی رقموں کا جوا کھیلتے ہیں، ایک کہتا ہے کہ فلاں ٹیم جیت جیتے گی، دوسرا کہتا ہے کہ نہیں فلاں ٹیم جیتے گی، اس پر بطور شرط بھاری بھاری رقمیں ہارتے اور جیتتے ہیں حالانکہ جوا حرام ہے۔

(۱۲) کبھی ہارنے اور جیتنے والی ٹیموں کے حامیوں میں مارکٹائی اور ہاتھا پائی شروع ہوجاتی ہے۔

(۱۳) کبھی جیتنے والی ٹیم کے حامی خوشی سے ہوائی فائرنگ شروع کردیتے ہیں، فضول خرچی کے علاوہ کئی قیمتی جانیں فائرنگ سے ضائع ہوگئیں۔

(۱۴) بعض لوگ تو اس کو ایمان اور اسلام کی جنگ سمجھتے ہیں حالانکہ صحیح جہاد کو سمجھتے نہیں یا کتراتے ہیں۔ خاص کر جب میچ جب ہندوستان کے ساتھ ہو تو پھر خوب جذباتی بن کر کفر واسلام کا مقابلہ سمجھتے ہیں، یہ تو کرکٹ ہے اصلی جہاد میں بھی کبھی کافر جیتے گا اور کبھی مسلمان۔

(۱۵) کبھی مسلمان ممالک کا آپس میں کھیل کا مقابلہ ہوتا ہے، جیسے حال ہی میں افغانستان اور پاکستان کے مابین کرکٹ مقابلہ ہوا۔ جس کی وجہ سے دونوں ممالک کے باشندوں کے مابین نفرت، وحشت اور دشمنی کی فضا بن گئی حالانکہ تمام دنیا کے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، ہم سب مسلمان ایک ہیں اس میں جغرافیائی زمان یا مکان حائل نہیں۔

(۱۶) بے دینی ویسے بھی دن بدن عام ہورہی ہے لیکن اس بے دینی میں فضول کھیلوں کا بڑا حصہ ہے، کبھی رمضان میں کھیلوں کے عالمی مقابلے ہوتے ہیں، نمازیں بھی رہ جاتی ہیں اور روزہ بھی نہیں رکھتے۔

اہل علم کی خدمت میں چند سوالات

(۱) کیا ان کھیلوں، کھلاڑیوں اور ان کے لوازمات پر ملک وقوم کی ایسی دولت خرچ کرنا جو عوام کے فلاح وبہبود کے لیے ہو، خاص کر جب ملک غریب یا ترقی پذیر ہو، اگر بالفرض ترقی یافتہ بھی۔

(۲) عام طور پر ذہنی یا جسمانی خدمت کے معاوضہ میں تنخواہ دی جاتی ہے، کیا ملکی دولت سے ان کھلاڑیوں کو مستقل تنخواہ اور مراعات دینا جائز ہے؟ یہ کھلاڑی کس چیز کا معاوضہ لے رہے ہیں؟

(۳) کیا گراؤنڈ وغیرہ میں کسی کھیل کے تماشا کے لیے ٹکٹ کی خرید وفروخت جائز ہے، جب کہ مقصود صرف کھیل کا تماشا ہو؟

(۴) کیا کھیلوں کیلئے سپورٹس (Sports) کے نام سے مشتمل محکمہ بنانا اور ملازمین رکھنا جائز ہے؟

قاعدہ

صاحبین کے نزدیک جو چیز معصیت کا ذریعہ ہو، اس کی خرید وفروخت اور اجارہ وغیرہ حرام ہے، اگر چہ فاعل مختار کا فعل متخلل ہو یعنی درمیان میں ہو (تحفة الالمعی : ٤/٢٠٨)

لایعنی (بے مقصد) میں یعنی (مقصد) کی تلاش

اس وقت مجموعی لحاظ سے تمام مسلم ممالک پر یورپ امریکہ اور مغربی ممالک کا ہر لحاظ یعنی تعلیم، معیشت، سیاست، عدالت اور تہذیب وغیرہ کا غلبہ ہے جس کی وجہ سے مسلم دنیا ان سے مرعوب اور مجبور ہے، جس کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ مسلمانوں نے ان کے ہر کام میں ان کی اندھی تقلید شروع کر دی، کفار چونکہ اسلام کی قید وبند سے آزاد ہیں، اور حدیث کے مطابق یہ دنیا ان کیلئے جنت ہے، ان کی جنت نظیر خدا بے زار دنیاوی زندگی کو دیکھ کر مادہ پرست مسلمان بھی ان سے متاثر ہوجاتے ہیں، چنانچہ لایعنی عالمی کھیلوں سے بھی پوری مسلم دنیا متاثر ہے، حالانکہ گزشتہ سطروں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس طریقے سے پوری دنیا میں عالمی کھیل کھیلے جارہے ہیں، ان کے لایعنی اور بے مقصد ہونے میں پر عقل اور شریعت کے لحاظ سے اختلاف کی گنجائش نظر نہیں آتی، قطر حکومت نے ان لایعنی کھیلوں کے لیے ۲۲۰ ملین ڈالرز کی خطیر رقم سے اسٹیڈیم بنا کر بعض اسلامی اقدار کا لحاظ رکھ کر مسلم دنیا کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ ہم ایک صحیح اور اسلامی کام کر رہے ہیں، حالانکہ قطر سمیت پوری اسلامی دنیا میں کفار کے مرد اور عورتیں اپنی پوری آزادی اور تہذیب کے ساتھ گھومتے پھرتے رہتے ہیں، ان کفار کی اصلاح کے لیے مسلمانوں کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا بہترین راستہ موجود ہے لیکن ہم صحیح اسلامی دعوتی طریقوں کے بدلے لایعنی کھیلوں کو اسلامی دعوت کا ذریعہ بنا رہے ہیں یعنی ہم لایعنی (بے مقصد) میں یعنی (مقصد) کی تلاش کر رہے ہیں، اگر دنیا کے تمام مسلمان اپنی صحیح اسلامی صورت اور سیرت، عملی اور حال کی تبلیغ شروع کر دیں تو یہ بہت مؤثر ہوگی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس طریقے سے پوری دنیا میں اسلام پھیلایا ہے، آج بھی اسی طریقے سے ہمیں اسلام پھیلانا ہے، اس لئے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس امت کے آخر کی اصلاح بھی اسی طریقہ سے ہوگی، جس طریقے سے پہلوں کی اصلاح ہوئی تھی لیکن آج ہمیں شیطان یہ دھوکہ دے رہا ہے کہ لایعنی میں یعنی کے راستے تلاش کرو۔

قسط (۴)

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

سفرنامہ سینگال و گیمبیا مغربی افریقہ

۲۱ستمبر۲۴صفرالمظفر بدھ کا دن: طوبی شہر میں ہمارا آخری دن تھا،کل ہم نے گیمبیا کیلئے نکلنا ہے، اس وجہ سے میں اور مقبول بھائی ٹیکسی کی تلاش میں نکلے،آن لائن بھی ٹیکسی ڈرائیوروں سے بات چیت کی بالآخر مقامی رہبر جناب عبدالکریم بھائی اور میزبان جناب شیخ ابراہیم کے ذریعے ایک ٹیکسی والے سے بات کی، ۲۲ستمبر بروز جمعرات فجر کے فورا بعد گیمبیا کیلئے پابہ رکاب ہوئے،راستے میں قدرتی مناظر، درختوں،سبزہ زاروں سے لطف اندوز ہوتے رہے،آم کے درختوں میں پکے آم بہت ہی دلکش نظارہ پیش کررہے تھے،راستے میں جگہ جگہ جنگلی پھل بھی فروخت ہورہے تھے،بعض لوگ تازہ دودھ بیچ رہے تھے تو بعض مونگ پھلی اور کاجو، گیمبیا میں پیر زاہد شاہ گیلانی کے ایک پاکستانی دوست تھے،جن سے ان کا رابطہ تھا اور پہلے بھی ان کے ہاں قیام کیا تھا،اس دفعہ موصوف پاکستان میں تھے لیکن امیگریشن کے ایک اعلیٰ آفیسر کا نمبر دیا کہ یہ بارڈر پر موجود دفتر کے ذمہ دار ہیں،ہم جیسے ہی گیمبیا کے بارڈر پر پہنچے اور سینگال کے امیگریشن دفتر سے خروج کی مہر لگوائی تو شاہ جی نے اس آفیسر کو فون کیا، بارش برس رہی تھی،ہم بھی جلدی سے اس دفتر کی طرف چلے گئے جہاں وہ آفیسر اپنے دفتر سے باہر ہی ہمارا انتظار کررہا تھا،وہ بڑے تپاک سے ملے اور اپنے دفتر لے گئے، پاسپورٹ لئے اور اپنے ہی دفتر میں ویزے کی مہر منگوائی اور مہر لگواکر پاسپورٹ واپس کیے، شاہ جی نے انہیں آمد کی وجہ بتادی اور قرآن کلاسز کی ویڈیوز دکھائیں ،ان کے ہاں سے نکلے تو ایک دفعہ پھر سفر شروع ہوگیا،تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ میں ہم ''بارہ'' پہنچے، بارہ گیمبیا کا ہی ایک شہر ہے جو سمندر کے کنارے واقع ہے اور اس کے اس پار بانجول ہے جو کہ گیمبیا کا دارالخلافہ ہے۔

قارئین جانتے ہیں کہ دنیا میں سات براعظم ہیں جن میں سے سب سے بڑا براعظم ایشیا کہلاتا ہے، اس کے بعد براعظم افریقہ آتا ہے، براعظم افریقہ کو علاقائی تقسیم کے اعتبار سے پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے نام مغربی افریقہ،مشرقی افریقہ، وسطی افریقہ،شمالی اور جنوبی افریقہ ہیں،اس براعظم میں کل ممالک کی تعداد پچپن ہے،افریقہ میں عام طور پر آبادی تو سیاہ فام بھائیوں کی ہے لیکن کچھ عرب ممالک بھی اس میں شامل ہیں جیسے مصر سوڈان، تیونس،الجزائر،مراکش، موریطانیہ اور ویسٹرن صحارا وغیرہ،

مغربی افریقہ میں ممالک کی کل تعداد سولہ ہے،جن میں گیمبیا بھی ہے، یہ ملک مغربی افریقہ کے ممالک میں سے آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے سب سے چھوٹا ملک ہے،اسکی کل آبادی تقریباً ۲ ملین ہے،اس کا رقبہ ۱۱۲۹۵ مربع میل ہے، یہ ملک دریائے گیمبیا کی اطراف میں ہے،اس کا دارالحکومت بانجول ہے جو ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے، یہ ملک ۱۸ فروری ۱۹۶۵ء کو برطانیہ سے آزاد ہوا ہے،اس کی کرنسی کا نام ڈلاسی ہے۔

گیمبیا کے لوگ بہت مہمان نواز ،شریف الطبع ،ملنسار اور فطرتا نرم خو ہیں ،زبانی لڑائی جھگڑا کرتے ہیں مگر ہاتھا پائی سے احتراز کرتے ہیں، یہ قوم بڑی ہی صابر وشاکر ہے،اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ دے دیا اسی پر خوش ہیں،قتل وغارت اور اغوا جیسی لعنت سے بہت حد تک پاک ہیں،مرکزی شہر کے علاوہ ملک بھر میں جرائم کی شرح بہت کم ہے، گیمبیا کے مشرق ،جنوب اور شمال میں سینگال جبکہ مغرب کے تھوڑے سے حصہ میں بحر اوقیانوس ہے، اس لئے گیمبیا کے لوگ کہتے ہیں کہ گیمبیا سینگال کے پیٹ میں ایک خنجر ہے جبکہ سینگالی کہتے ہیں،سینگال مگر مچھ ہے اور گیمبیا اس کے منہ میں ایک زبان کی طرح ہے،سینگال جب چاہے مگر مچھ کی طرح منہ بند کر لے اور زبان کو غائب کر دے، درحقیقت گیمبیا کا سینگال اور سمندر کے علاوہ کوئی بھی ہمسایہ نہیں ہے،سینگال کے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں جانے کے لئے گیمبیا میں سے گزرنا پڑتا ہے،آبادی ۹۴ فیصد مسلمان ہے، باقی تعداد عیسائیوں اور دیگر مذاہب کی ہے،قادیانیوں کی بھی یہاں کافی تعداد ہے،مسلمان ملک ہونے کی برکت سے کئی دیگر ممالک کی نسبت یہاں بہت سی قباحتیں کم ہیں،اس ملک کے معروف مذہبی جماعتوں میں صوفی سلسلہ تیجانیہ،مریدیہ، قادریہ ہیں، یہاں کے لوگ مالکی المسلک ہیں بعض غیر مقلدین بھی ہیں جو عرب ممالک سے پڑھ کر آئے ہیں، بعض بچوں کو ایران والے بھی لے گئے ہیں جس سے شیعیت کے لئے راہیں ہموار کی جارہی ہیں،اس طرح سنی شیعہ کو آمنے سامنے کیا جارہا ہے اور مذہبی منافرت کو بڑھایا جارہا ہے،صوفیوں کی کثرت ہے اور اکثر لوگ سینگال کے پیروں کے مرید ہیں جو کہ غیر مقلدین سے نالاں نظر آتے ہیں، گیمبیا کی سرکاری زبان انگریزی ہے،دیگر معروف زبانیں منڈنگا، فولا، وولف، جولا، سریر جہانکے اور بامبرا وغیرہ ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے، یہ چھوٹا سا غیر معروف خطہ ارض کیوں ان بڑی بڑی اقوام کے لئے غیر معمولی توجہ کا مرکز بنا رہا ہے؟ دراصل یہ سب کچھ دریائے گیمبیا کی غیر معمولی حیثیت کی وجہ سے تھا،اس دریا کی لمبائی گیارہ سوتیس کلو میٹرز (سات سو میل) ہے، یہ دریا ایک قریبی ملک گنی کوناکری کے بالائی حصہ کے پہاڑوں فوٹا جالونگ سے ایک نالے کی طرح اپنا سفر شروع کرتا ہے پھر سینگال میں

سے گزرتا ہوا تانبا کنڈا کے قریب گیمبیا میں داخل ہوجاتا ہے اور پھر پورے گیمبیا کے درمیان سے بہتا ہوا تقریباً پانچ سو کلو میٹرز کا طویل اور کٹھن سفر طے کرکے بانجول کے قریب بحر اوقیانوس میں آگرتا ہے، بانجول سے لے کر کاعور تک اس دریا کا پانی نمکین ہے، زراعت کے قابل نہیں ہے، بانجول سے کاعور تک دریا کا پانی کبھی سمندر کی طرف کو محو سفر ہوتا ہے اور کبھی سمندر سے دریا کے بالائی حصہ کی طرف چل رہا ہوتا ہے، دراصل یہ سب سمندر میں مدوجزر کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔

بہرحال! اب ہم ''بارہ'' میں تھے اور سمندر میں تقریباً گھنٹہ سفر کی دوری پر بانجول واقع تھا، بھائی عبدالکریم اور ڈرائیور نے ٹکٹ خریدے، بارش اب بھی وقفے وقفے سے برس رہی تھی، فیری کے آنے میں ابھی دیر تھی کیونکہ فیری ایک ہی تھی جو اس پار سے بھی مسافروں کو سوار کروا کر لاتی، اس میں گاڑیاں، بسیں اور ٹرکیں بھی شامل تھیں، ہمارے ڈرائیور کو بتایا گیا کہ فیری میں موجود جگہ فل ہے، گاڑی کیلئے فیری کی دوبارہ واپسی تک انتظار کرنا پڑے گا، اس وجہ سے ہم نے گاڑی کو وہیں چھوڑا، ڈرائیور کو کرایہ دے کر فارغ کردیا، رش بہت تھا، جیسے ہی فیری پہنچی لوگ بھاگم بھاگ سوار ہونے لگے، ہم سامان کی وجہ سے سب سے آخر میں سوار ہوئے، ایک فوجی ٹرک میں جوان سوار تھے، ہم نے اپنے بیگ وغیرہ ٹرک کے نیچے ہی رکھے تاکہ بارش سے محفوظ رہے، شاہ جی کو ہم نے آگے بھیجا تاکہ بارش سے محفوظ ہوں، مقبول بھائی اور میں ساتھ ساتھ تھے، عبدالکریم بھائی نے اپنے بیگ سے برساتی نکالی اور مجھے دی، میں بھی قدرے بارش سے محفوظ ہوگیا، مقبول بھائی کا بھی اور خود میرا بھی سمندر میں پہلا سفر تھا، فیری میں سفر سے لطف اندوز ہونے کی خاطر مقبول بھائی نے ویڈیو کال کی، جس کا آرمی والوں نے برا منایا اور انہیں منع کردیا، انہوں نے جواب دیا کہ ویڈیو نہیں بنا رہا بلکہ اپنی فیملی سے بات کررہا ہوں، خیر انہوں نے ویڈیو کال سے بھی منع کیا، سمندر میں آدھا گھنٹہ سفر کے بعد ہم بانجول پہنچے، بندرگاہ پر بہت سارے بحری جہاز موجود تھے، ایک بہت بڑا بحری جہاز ترکی کا بھی تھا جو بجلی بنا رہا تھا اور پورے شہر کو بجلی فراہم کررہا تھا، ہم باہر نکلے تو باہر شیخ عمر اپنے احباب کے ساتھ منتظر تھا، شیخ عمر سے ہماری ملاقات ''مگل'' میں ہوئی تھی، انہوں نے شاہ جی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی اور اپنے ہاں آنے کی دعوت دی تھی پھر وقتاً فوقتاً رابطہ بھی رکھا کہ کب آرہے ہیں؟ اس وجہ سے وہ سراپا انتظار تھے، انہوں ساتھیوں سمیت شاندار استقبال کیا، سامان بیگ وغیرہ لے کر گاڑی میں رکھوایا، تھوڑی دیر میں ہم ایک وسیع وعریض گھر پہنچے، سامان اتارا، عصر کا وقت تھا، نماز پڑھی پھر تھوڑی دیر آرام کیا، مغرب کی نماز کے لئے مسجد گئے، وہاں سلسلہ تیجانیہ کے ایک شیخ سے ملاقات ہوئی، انہوں

نے فرض نماز کے بعد لوگوں سے ہمارا تعارف کرایا، آمد پر خوشی کا اظہار کیا، اپنے ملک کے بارے میں معلومات دیں، شاہ صاحب نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کل کے لئے پروگرامات و ملاقاتوں سے متعلق مشورہ کیا، ہم سفر کے تھکے ہوئے تھے، کھانا کھایا، عشا پڑھی اور سو گئے، ہاں! ایک ناخوشگوار واقعہ یہ پیش آیا کہ مقبول بھائی سے کہیں پانچ سوڈالرگم ہوگئے تھے، وہ اس کے بارے میں بہت پریشان تھے، بات تھی ہی پریشان کن، سفر میں اتنی خطیر رقم کا گم ہوجانا المیہ ہی تھا، پورا سامان الٹ پلٹ کیا مگر نہ ملنے تھے نہ ملے، سینگال بھی رابطہ کیا کہ شاید جہاں ہمارا قیام تھا وہیں کہیں گرے ہوں مگر وہاں سے بھی جواب منفی تھا، بہرحال! اللہ تعالیٰ انہیں بہترین نعم البدل نصیب فرمائے (آمین)

۲۳ستمبر ۲۶صفر بروز جمعہ: آج جمعے کا دن ہے، تیاری کر کے جامع مسجد گئے، یہاں او آئی سی کے ممبر اور گیمبیا کے مذہبی رہنما، روضۃ المجالس کے سینئر نائب صدر شیخ محمد امین یافع سے ملاقات ہوئی، جمعہ کے بعد انہوں نے مہمانوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا، گیمبیا میں مسلمانوں کی حالت پر گفتگو کی، مسجد کے امام وخطیب اور شیخ طریقت شیخ منتہیٰ نے بھی مختصر خطاب کیا، بعدازاں پیر زاہد شاہ گیلانی نے انگریزی میں اپنی آمد کا مقصد بتایا اور میزبانوں کا شکریہ بھی ادا کیا، شیخ محمد امین یافع نے روضۃ المجالس کے متعلق بتایا کہ یہ گیمبیا کے علماء وخطباء کی ایک تنظیم و جماعت ہے جو سیاسی اور دیگر معاشرتی امور کی دیکھ بھال کرتی ہے، بعض دیگر علما ومشائخ بھی گھر پر ملنے تشریف لائے، شیخ عمر خود بھی ایک خطیب ہیں، ریڈیو پر بھی ان کا بیان ہوتا ہے، ان کے تعلقات کی وجہ سے بہت سارے لوگ ملنے آتے تھے۔

مغرب کے بعد جب مہمانوں کی آمد و رفت کم ہوگئی تو شیخ عمر سے گفتگو شروع ہوئی، ان سے ان کے ملک کے متعلق مختلف سوالات پوچھے، دریائے گیمبیا سے متعلق بتایا کہ دریائے گیمبیا غلاموں کی تجارت کا ایک بہت اہم وسیلہ تھا، گیمبیا کے بعض جزائر میں غلاموں کی قید وبند کے لئے بہت سے قید خانے بنے ہوئے ہیں، ان میں جارج ٹاؤن، جیمز آئی لینڈ وغیرہ معروف ہیں، بتایا کہ اس دریا کا سینہ تو زیادہ چوڑا نہیں لیکن اس کا پیٹ کافی گہرا ہے، جس کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے بحری جہاز چندسوکلومیٹر کا سفر اندرون ملک بآسانی کرسکتے ہیں، اس دریا کے راستے پندرہویں سے سترہویں صدی تک تقریباً تین ملین معصوم انسانوں کو جانوروں کی طرح جہازوں میں لاد کر دنیا بھر میں انسانوں کی خرید وفروخت کی منڈیوں میں لے جاکر ان کی قسمت کے مالکان کے حوالے کردیا گیا، گیمبیا کی زمینوں اور کاشت سے متعلق پوچھا تو کہنے لگا کہ یہاں کی زمین بہت زرخیز ہے، وسائل کی کمی کے باعث پانی کی کمی ہے اور یہاں کی اہم زراعت مونگ پھلی، باجرہ، مکئی اور چاول کی فصلیں ہیں، جولائی سے لیکر اکتوبر تک رہتا ہے،

اہل گیمبیا کی زراعت کا انحصار اسی موسم پر ہے، اس میں اپنی فصل کاشت کرتے ہیں، چند ماہ کے بعد اسے کاٹ لیتے ہیں، جس سے ان کے لئے سال بھر کے دانے آجاتے ہیں، زمین عام حالت میں بہت سخت ہوتی ہے مگر جونہی ہلکی سی بارش ہو جائے، بالکل نرم ہو جاتی ہے، کسان ایک گدھے، گھوڑے یا بیل سے ہی ہل چلا لیتے ہیں، اس کا تصور پاکستان کا زمیندار نہیں کرسکتا کیونکہ ہمارے ہاں تو زمین میں بار بار ہل چلانا پڑتا ہے لیکن یہ لوگ صرف ایک بار سے ہی کام چلا لیتے ہیں، اس قوم کیلئے مونگ پھلی خدا تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے جو یہاں کی عام پیداوار ہے، اس کو لوگ مختلف طریقوں سے کھاتے ہیں، کبھی چھلکے سمیت بھون کر یا ابال کر یا پھر بغیر چھلکے کے بھون کر اور ابال کر کھا لیتے ہیں، پھر اس مونگ پہلی کو چھیل کر اس کے دانوں کو پیس کر اس کا پیسٹ بنا لیتے ہیں جس کو کھانے پکانے کیلئے گھی یا تیل کے متبادل کے طور پر استعمال کرتے ہیں، یہاں لوگ ہر طرح سے مونگ پھلی کھاتے ہیں لیکن اس کی وجہ سے آپ کا گلا خراب نہیں ہوتا، دریا اور سمندر تازہ بہ تازہ مچھلی (لحما طریا) مہیا کرتے ہیں، یہ خدائی من وسلوی حسب خود بھی خوب کھاتے ہیں، اس کے بعد اپنے قریبی افریقن ممالک تو کیا یورپ تک اس پانی کی لذیذ مچھلی لوگوں کے دستر خوانوں کی زینت بن کر اہل گیمبیا کیلئے نام ودام کا ذریعہ بنتی ہے، گیمبیا کو اللہ تعالیٰ بہت ہی خوبصورت اور شفاف ساحلوں سے نواز ہے، اسلئے بہت سے یورپین انویسٹرز نے ہوٹلنگ میں سرمایہ کاری کی ہے، جس کے باعث بہت سے سیاح سال بھر سیر کے لئے ادھر آتے رہتے ہیں اور یہ اس ملک کی آمد کا ایک بہت بڑا وسیلہ ہے، اس ملک کے دارالحکومت اور اس کے ماحول میں ساحلی علاقوں کا موسم بہت اچھا ہے، یہاں موسم سرما میں بھی آپ کو گرم کپڑے پہننے کی ضرورت بہت کم محسوس ہوتی ہے، گرمیوں میں بھی پاکستان کی نسبت موسم بہت اچھا ہے، اگر آپ پنکھا لگا لیں تو آپ کو ٹھنڈی ہوا ملتی ہے مگر جیسے جیسے آپ ملک کے بالائی حصہ کی طرف سفر کرتے ہیں تو اسی نسبت سے گرمی کی شدت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، بصے آخری شہر ہے، جہاں پر بھی دیگر شہروں کی طرح بعض اوقات سال بھر بجلی غائب رہتی ہے، اس علاقہ میں مئی جون کے مہینوں میں درجہ حرارت ۵۲۔۴۲ کے قریب ہوتا ہے۔

گیمبیا میں مختلف مکتب فکر کے عربی مدارس اب بہت زیادہ ہو گئے ہیں، جن کا اندازِ تعلیم و تدریس اور پھر نتائج باقی اسلامی دنیا کے دینی مدارس کی طرح ہی ہیں جس سے لوگوں میں دینی شعور پیدا ہوتا ہے، بچے حافظ اور عالم بنتے جارہے ہیں، تبلیغ کا کام بھی ہورہا ہے اور ہاں ایک اور بات اہل مدارس کے مابین رقابت اور حسد کی بیماری بالکل بھی نہیں پائی جاتی، دینی مدارس کے طلبہ بہت کسمپرسی کی زندگی گزارتے ہیں، علماء بھی کم از کم پر گزارا کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے میں مصروف ہیں۔

جمیل احمد بن مولانا برہان احمد*

تذکرہ علامہ غلام نبی کاموی ؒ

شیخ الہند حضرت کشمیریؒ کے مایہ ناز شاگرد اور محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے رفیقِ خاص

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے فیضانِ نظر اور علمی لیاقت نے برصغیر پاک و ہند سمیت ایشیا کے کئی ملکوں میں ضیا پاشی کی، آپ نے دار العلوم دیوبند کے بعد دار العلوم اسلامیہ ڈابھیل گجرات میں لمبے عرصے تک تفسیر، حدیث اور فقہ سمیت منقولات اور معقولات کی تدریس کی، اس دوران جہاں آپ نے تصنیف اور تالیف کے میدان میں الاتحاف لمذهب الاحناف، التصريح بما تواتر فی نزول المسيح۔ اكفار الملحدين،حاشيه بر سنن ابو داؤد اور حاشيه بر مستدرك حاكم سمیت دسیوں علمی اور تحقیقی کتب اور رسائل تالیف ومرتب کئے، وہی آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا محمد بدر عالم میرٹھیؒ اور مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا احمد رضا بجنوریؒ اور محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ، جیسے نابغہ روزگاروں پر مشتمل ہزاروں شاگردوں کی عظیم جماعت بھی تیار کی، برصغیر پاک وہند میں خدمات انجام دینے والے آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد سے دنیا واقف ہیں، البتہ وسطی ایشیا افغانستان اور روس سے ملحقہ اس وقت کی ریاستوں میں موجود آپ کے بعض شاگردوں کا تعارف ہنوز نہ ہوسکا ہے، ذیل کے مضمون میں افغانستان کے لالہ زار علاقہ ننگرہار سے وابستہ آپ کے شاگردِ رشید اور علمی دنیا کے جید اور روشن ستارے علامہ غلام نبی کامویؒ کا تعارف پیش خدمت ہیں، آپ کا شمار حضرت کشمیری کے چنیدہ لائق اور فائق شاگردوں میں ہوتا ہے، افغانستان کے طول وعرض میں آپ کی علمی خدمات کی بڑی گونج ہے، البتہ ہند اور پاکستان کے تذکرہ نگاروں سے نہ معلوم ان کی شخصیت کیوں پوشیدہ رہ گئی؟ چنانچہ علمائے برصغیر میں ان کی خدمات کا اعتراف بجز محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ کے ہمیں کہیں نہ مل سکا۔

علامہ غلام نبی کامویؒ اور ان کا مولد و آبائی مسکن

آپ کی پیدائش امارت اسلامی افغانستان کے مشرقی صوبہ ننگرہار کے ایک بڑے اور مشہور ضلع کامہ کے ایک قریہ سنگر سرائے میں ہوئی، اسی نسبت سے آپ کو کاموی کہا جاتا ہے، پشاور سے براہِ

---

* استاذ جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، ورفیق مجلس دعوت وتحقیق اسلامی کراچی

طورخم تین گھنٹہ کے مسافت پر واقع یہ ضلع ایک لالہ زار خوبصورت اور سر سبز وشاداب علاقہ ہے، اس کے قریبی مشہور علاقوں میں جلال آباد خاص طور پر قابل ذکر ہے، گاؤں سنگر سرائے ضلع کامہ جلال آباد سے۴۵ منٹ کے فاصلے پر واقع ہے۔

علامہ غلام نبی کاموئیؒ کی پیدائش ضلع کامہ کے ایک گاؤں سنگر سرائے میں ہجری سن کے اعتبار سے۱۳۱۲ھ بمطابق ۱۸۹۵ء کو ہوئی، مولوی محمد ہاشم کاموال اور حضرت علامہ غلام نبی کے پوتے ڈاکٹر عبدالملک کاموی نے اپنے مضامین میں انکی یہی تاریخ پیدائش لکھی ہیں (۱) آپ کے والدمحترم ملا شیخ محمد حسین کی شہرت ایک نامور عالم فاضل متدین بزرگ اور خدا ترس زاہدانسان کے طور پر تھی، سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ مجاہد کبیر حضرت شیخ نجم الدین آخوندزادہ ہڈی ملا صاحب (۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۹۰۱ء)(۲) سے آپ کی اصلاح اور بیعت کا تعلق رہا، ان کی سرپرستی اور مشارکت میں آپ نے انگریز اور برطانوی استعمار کے خلاف جہادِ افغانستان میں بھر پور حصہ لیا۔

آپ کے تین بھائی اور ایک بہن تھی، علم اور شرافت میں آپ کا خاندان ممتاز تھا، آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: غلام نبی بن ملا شیخ محمد حسین بن ملا صاحب گل بن محمد عمر، آپ کی رسمِ بسم اللہ حضرت شیخ نجم الدین آخوندزادہ (ہڈی ملا صاحب) نے کی، نیک اور علمی ماحول کے بدولت آپ کا صغرسنی ہی میں کتاب، قلم اور مسجد سے تعلق قائم ہوگیا تھا، چنانچہ کھیل کود سے آپ کا طبعی لگاؤ نہ تھا، آپ نے ابتدائی تعلیم والدمحترم سے حاصل کی، چنانچہ تعلیم کیساتھ ساتھ تربیت کا بالخصوص اہتمام رہا۔

حضرت شیخ مولانا نجم الدین (ہڈی ملا صاحب) کی دعا کا اثر

افغان روایت اور رواج کے مطابق بچوں کی تعلیمی زندگی کے آغاز سے قبل کسی صاحب طریقت وعرفان کی خدمت میں پیش کرکے دعا لینے کی اچھی روایت رہی ہے، والدمحترم نے اپنے شیخ مجاہد کبیر مولانا نجم الدین آخوندزادہ صاحب سے ان کے حق میں بطور خاص دعا کرائی، چنانچہ اس کی مختصر روئیداد لکھتے ہوئے محترم خلیل زی رقم طراز ہے: ایک دن بعد نماز جمعہ حضرت والدمحترم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت نجم الدین ہڈی ملا صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور بطور خاص ان کے مقبول عالم دین ہونے کیلئے دعا کی درخواست کی، انہوں نے دعا فرمائی، ان کے حجرہ سے رخصت ہونے کے بعد واپسی میں کافی راستہ طے کرنے کے بعد درمیان راستہ میں والدمحترم نے دوبارہ اِن کے حجرہ کی راہ لی اور خدمت عالیہ میں حاضر ہوکر عرض کیا، حضرت! دوبارہ دعا فرمائیں، چنانچہ انہوں نے دوبارہ دعا فرمائی اور رخصت ہوگئیں، کافی راستہ طے کرنے کے بعد والد صاحب کے دل میں سہ بارہ

دعا کی درخواست کا اشتیاق پیدا ہوا، چنانچہ نصف راستہ سے دوبارہ واپس ہوئے اور عرض کیا حضرت خصوصی دعا فرمائیں چنانچہ وہ مسکرائیں اور فرمایا مولوی حسین! اللہ تعالیٰ آپ کے بچے کو اپنے علم میں سے بہت کچھ عطا کرے، علامہ کاموی فرماتے ہیں کہ بچپن میں سنے ہوئے ان کی دعا کے یہ الفاظ آج بھی کانوں میں رس گھولتے ہیں (۳) چنانچہ اس کامل مرشد کی دعا کا یہ اثر تھا کہ آپ کو جلیل القدر اساتذہ میسر ہوئے، دیارِ افغان اور ہند کے نامور اداروں میں علم کی تحصیل کی توفیق ہوئی اور نہایت محنت عزیمت اور بیداری کیساتھ علوم آلیہ وعالیہ کی تکمیل کی۔

تعلیمی زندگی

آپ کی تعلیمی زندگی کو ہم دو ادوار پر تقسیم کر سکتے ہیں:

(۱) وطن مالوف افغانستان میں حصول تعلیم کا زمانہ (۲) ہندوستان میں تعلیم کا زمانہ

آپ نے علوم آلیہ کی قریبا نصف تعلیم افغانستان میں رہ کر حاصل کی، اس کے بعد ہندوستان کی طرف عازم ہوئے اور وہاں بھوپال، دہلی اور پھر دیوبند کے مدارس میں رہ کر علوم آلیہ کی تکمیل کی، البتہ تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم خصوصی طور پر آپ نے دار العلوم دیوبند سے حاصل کی، اس کی میسرہ اور موفرہ تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

افغانستان میں علوم آلیہ (صرف ونحو منطق وفلسفہ وغیرہ) کی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم والد محترم ملا محمد حسین سے حاصل کی، والد سے ان کی تعلیم کی حدود کیا تھی؟ اس بارے میں ہمیں معلومات نہ مل سکی، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے اعتبار سے عربی ادب، صرف ونحو، مبادی فقہ، اور پشتو ادب کی کچھ کتب کی تحصیل انہوں نے والد محترم سے کی، غالبًا یہ تعلیم گھر میں یا گھر کے قریب کسی مسجد میں ہوئی ہوگی، بعد ازاں علوم آلیہ کی تحصیل کے لئے آپ نے رحلات (سفر) کیے اور افغانستان کے مختلف مدارس میں نہایت محنت اور دِقت سے آپ نے ان علوم کی تحصیل کی، جس کی کچھ تفصیل ذیل میں آتی ہے، والد محترم سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے افغانستان ہی میں علوم آلیہ کی تعلیم حاصل کی، چنانچہ والد محترم کے علاوہ آپ نے درج ذیل اساتذہ بھی استفادہ کیا: ☆ مولانا محمد ابراہیم کاموی ☆ مولانا ملا محمد مسکین

ان دو حضرات سے آپ نے صرف ونحو کی ابتدائی کتب پڑھی۔

قاضی القضا علامہ عبدالقدیر صدیقی لغمانیؒ

ان سے آپ نے نحو کی منتہا درجہ کی کتب مثلاً ''شرح جامی'' وغیرہ پڑھی، علامہ عبدالقدیر لغمانیؒ افغانستان بھر میں نحو صرف، منطق اور فلسفہ کے امام متصور کیے جاتے تھے، حضرت محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے بھی آپ سے کابل میں ''ملا جلال'' پڑھی (۵)، بعد میں علامہ عبدالقدیر لغمانیؒ افغانستان کے صوبہ ننگر ہار کے ضلع جلال آباد میں محکمہ شرعیہ کے قاضی مرافعہ مقرر ہوئے، غالباً علامہ غلام نبیؒ نے بھی علامہ عبدالقدیر سے کابل میں استفادہ کیا، علاقہ مزینی کے ایک عالم المعروف بہ لوی ملا صاحب سے آپ نے منطق کی کچھ کتابیں پڑھی، علامہ میاں عبدالعلی صاحب قیلغو المعروف بہ لوی میاں صاحب سے آپ نے منطق کی بڑی کتابیں مثل میر زاہد ملا جلال، قطبی، فیروزبا، وغیرہ پڑھی (۶) مولانا میر علم کاپیسائیؒ سے مولانا نے دار العلوم کابل میں کچھ کتابیں پڑھی (۷) افغانستان میں آپ کی تعلیم کا دورانیہ کتنا تھا؟ اسکی تاریخ اور زیادہ تفصیل وغیرہ معلوم نہ ہوسکی، خاندانی روایت کے مطابق آپ نے ۱۳۳۱ھ سے لیکر ۱۳۳۹ھ تک کا زمانہ دیوبند میں گزارا، اس طرح گویا ۱۳۳۰ھ سے قبل کا عرصہ آپ نے افغانستان دہلی اور بھوپال وغیرہ میں گزارا اور علوم آلیہ سمیت علوم عالیہ کی تحصیل کی۔

ہند کی طرف رحلت اور بھوپال و دہلی میں تعلیم کا زمانہ

علاقہ کے علماء سے مروجہ علوم وفنون میں اپنی پیاس بجھانے کے بعد آپ نے ہندوستان کا سفر کیا، تاریخی دستاویزات سے آپ کے ابتدائے رحلت وغیرہ کی تفصیلات نہ مل سکی البتہ خاندانی روایت کے مطابق اتنا معلوم ہے کہ دار العلوم دیوبند میں آپ کی آمد کا زمانہ ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۹۱۳ء ہے اور اس سے قبل آپ نے بھوپال اور دہلی میں علوم آلیہ کی تحصیل کی، اس اعتبار سے گویا ۱۹۱۲ء سے پہلے کے دو تین سال کا عرصہ آپ نے بھوپال اور فتح پور دہلی وغیرہ میں گزارا، ہندوستان میں آپ کی تعلیم کی مدت تقریباً عرصہ دس سال پر محیط رہی، عیسوی اعتبار سے یہ زمانہ ۱۹۱۰ء سے ۱۹۱۹ء بنتا ہے، شورش اور پرآشوب حالات پر مشتمل اس زمانہ میں ہندوستان کی باگ دوڑ مکمل طور پر برطانوی استعمار اور ان کے گماشتوں کے ہاتھ میں تھی البتہ بھوپال کسی قدر اس تسلط سے مصون تھا، یہی وہ زمانہ تھا کہ جس میں مسلمانوں کی عظیم سلطنت عثمانیہ بکھر کر ۳۰ حصوں میں منتشر ہوگئی، ترک اور ان کے حلیف جرمنی کے شکست در شکست سے مسلمانان ہند کے حوصلے اور حواس باختہ ہوچکے تھے، دوسری طرف اسی عرصہ میں آزادی ہند میں مسلم قومیت کی حقیقی قیادت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ برطانوی استعمار پر آخری وار کرنے کی غرض سے تحریک ریشمی رومال کا سہارا لے کر عرب میں موجود پاشاؤں کے پاس

گئے، قریب تھا کہ یہ تحریک مقبول ہوتی اور انگریزی سلطنت کے خلاف ایک نیا محاذ گرم ہوتا، شریف مکہ کی دین بیزاری نے اس تحریک کو جزیرہ عرب میں غرقاب کر کے سن ۱۹۱۹ء شیخ الہند اور ان کے رفقا کو جزیرہ انڈیمان اور مالٹا کی یخ بستہ قید میں گرفتار کیا، یوں مسلمانانِ ہند ایک حقیقی اور بیباک لیڈر سے محروم ہوگئیں، ان تمام حالات کے باوجود قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے قائم کردہ ادارے دارالعلوم دیوبند نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھی اور کسی طور پر ہند میں علم وعرفان کو زوال نہ ہونے دیا، ان گوناگو حالات میں علامہ غلام نبیؒ نے فتح پور، دہلی، بھوپال اور دیوبند سے دینی علوم کی تحصیل کی اور بھرپور طریقے سے کی۔

بھوپال میں تعلیم

بھوپال میں آپ نے کس ادارے اور کن اساتذہ فن سے کن علوم کی تحصیل کی؟ اس کی تفصیل ہمیں نہ مل سکی البتہ ایک استاذ ملا دہابائی صاحب کا محض نام ملتا ہے، غالب خیال یہی ہے کہ آپ نے مشہور افغانی سردار نواب آف بھوپال سردار دوست محمد خان کے قائم کردہ دینی مدرسہ وقفیہ میں تعلیم حاصل کی نیز اس زمانہ میں ریاست بھوپال میں دینی تعلیم کا مشہور مدرسہ صرف یہی مدرسہ وقفیہ تھا، بعد میں چل کر یہی جامعہ احمدیہ بھوپال کے نام سے موسوم ہوا(۸)، ۱۹۶۴ء میں جب مولانا سید سلیمان ندویؒ اس مدرسہ کے مدیر مقرر ہوئے، انہوں نے حضرت محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ کو بھی تدریس اور تالیف کی غرض سے مدعو کیا لیکن حضرت (جو اس وقت مجلس علمی ڈابھیل سے وابستہ تھے) جانے پر تیار نہ ہوئے۔(۹) بعد ازاں سن ۱۹۴۷م کی تقسیم اور تحلیل کے ساتھ یہ مدرسہ بھی اپنے اختتام کو پہنچا اور ہندی حکومت نے اس کو بحقِ سرکار ضبط کیا، مولانا سلیمان ندویؒ نے بھی پاکستان ہجرت کی۔

دِہلی میں تعلیم

دِہلی میں آپ کی تعلیم وتعلم سے متعلق بھی زیادہ معلومات نہ مل سکی، صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ فتح پور دہلی (غالبًا مراد قدیم مدرسہ عالیہ فتح پور ہے) میں آپ نے مولانا رحمدل خان قندہاریؒ اور مولانا تاج الدین المعروف بہ کابلی ملا سے منطق وفلسفہ کی منتہا درجہ کی کتابیں پڑھی، جن میں شرح المطالع، الافق المبین، صدرا، الشمس البازغ، میبذی شرح ھدایة الحکمة، شرح اشارات، وغیرہ شامل ہیں پڑھیں نیز اس دوران آپ نے حساب ریاضی اور ہیئت وغیرہ کی کتابیں بھی ان سے پڑھی۔(۱۰)

دارالعلوم دیوبند میں تعلیم اور پھر تدریس

دہلی اور بھوپال میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند کی طرف عازم سفر ہوئے، یہ

۱۹۱۳ء کا زمانہ تھا، دیوبند کی فضا میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا محمد انور شاہ کشمیری شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی فیوضات اور روحانی برکات کا عظیم سلسلہ قائم تھا، ۱۹۳۳ھ بمطابق ۱۹۱۵ء کو شیخ الہند مولانا محمود حسن اور مولانا حسین احمد مدنی نے حجاز کا مقدس سفر کیا، وہاں گرفتاری کا واقعہ پیش آیا، یوں ان دونوں حضرات کی دیوبند سے جدائی ہوئی اور عرصہ ۸سال تک ہر دو حضرات قید وبند کی صوبتوں میں رہیں، اس دوران آپ نے جن حضرات سے استفادہ کیا، ان میں شیخ الہندؒ اور علامہ کشمیریؒ کے علاوہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، دار العلوم دیوبند میں آپ کی تعلیمی مدت (۱۳۳۱ھ تا۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۱۲ء تا۱۹۲۱ء) ۹سال کے طویل عرصہ پر محیط ہیں، بعد از فراغت ۱۳۳۹ھ تا ۱۳۴۳ھ بمطابق ۱۹۲۱ء تا ۱۹۲۵ء آپ نے دار العلوم دیوبند میں ایک مایہ ناز مدرس کے طور پر خدمات انجام دی جس کی کچھ تفصیل ذیل میں آتی ہیں:

نو سال کے عرصہ تعلیم میں آپ نے حضرت شیخ الہندؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے علوم عالیہ مثل تفسیر فقہ حدیث وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، تفسیر اور حدیث میں خصوصی طور پر آپ نے حضرت شیخ الہندؒ اور اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے استفادہ کیا، اسی وجہ سے ظاہر شاہ کے دور حکومت میں جب افغانستان میں تفسیر شیخ الہند المعروف بہ تفسیر عثمانی کی پشتو اور دری زبان میں ترجمہ کی حاجت ہوئی تو تمام علماء کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی، آپ نے ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۹۴۹ء میں علماء کی ایک جماعت کی معیت میں اس کا شاندار اور تحقیقی ترجمہ کیا، جو تفسیر کابلی[۱۱] کے نام سے معروف ہیں۔ علوم الحدیث خاص طور پر صحاح ستہ کی تعلیم آپ نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے حاصل کی، حضرت کشمیری اس وقت دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین تھے[۱۲] یہی وہ زمانہ تھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ پشاور سے قصد کرکے دیوبند پہنچے، چنانچہ جس وقت آپ دار العلوم دیوبند میں استاذ اور مدرس تھے، اس عرصہ میں حضرت بنوریؒ وسطانی صفوف میں علوم آلیہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کررہے تھے، چنانچہ حضرت بنوریؒ سے آپ کی شناسائی طالب علمی کے دور سے رہی اور آخری وقت تک دونوں حضرات میں نہایت گرم جوشانہ بے تکلف اور علمی تعلق رہا، حضرت بنوریؒ آپ کے علم وفضل کے معترف تھے، یاد رہے کہ حضرت بنوریؒ کی تاریخ پیدائش ۱۹۰۸ء جبکہ مولانا غلام نبی کاموئیؒ کی تاریخ پیدائش ۱۸۹۵ء ہے، اس اعتبار سے آپ حضرت بنوریؒ سے تقریبا سال عمر میں بڑے تھے، ہر دو حضرات کے علمی تعلق اور باہمی الفت اور تو دد کی کچھ تفصیل آگے آتی ہیں۔

افغانستان، بھوپال، دہلی وغیرہ میں کئی برس تک علوم آلیہ میں خامہ فرسائی کرنے کے بعد نو

سال تک آپ نے دار العلوم دیوبند میں رہ کر نہایت محنت اور کد و کاوش کے ساتھ تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ میں مہارت حاصل کی، اِس دوران آپ نے اپنی لیاقت کا لوہا منوایا، اپنے رفقا درس میں ہمیشہ آپ ممتاز رہے، دِیوبند میں آپ کا شمار حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے خاص الخاص شاگردوں میں رہا۔

سن ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۱ء میں آپ نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے صحاح ستہ کی اکثر کتب میں شہادت فراغ حاصل کی، اسی سال آپ کا دار العلوم دیوبند میں بطور مدرس تقرر ہوا، پانچ سال تک آپ نے نہایت محنت اور جانفشانی کے ساتھ چھوٹی بڑی کئی کتابوں کی تدریس کی، آپ کی علمی لیاقت اور قابلیت اور حدیث شریف میں کثرت مطالعہ کو دیکھتے ہوئے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے آپ کو اپنا معاون مدرس مقرر کیا، چنانچہ کئی دفعہ ان کی غیابت میں آپ نے صحیح البخاری کا درس بھی دیا، ۱۳۴۳ھ بمطابق ۱۹۲۵ء تک آپ دار العلوم دیوبند میں مدرس کے طور پر رہے، ۱۹۲۵ء میں آپ وطن جلال آباد لوٹ آئیں[۱۳] آپ کے زمانہ تعلیم اور تدریس کے تفصیلی حالات ہمیں نہ مل سکیں البتہ تاریخی گوشواروں میں موجود بعض اکابر دیوبند کے تاثرات اور آپ سے متعلق ان کے علمی تبصرے ضرور موجود ہیں جو آپ کی علمی لیاقت، دانشمندی اور فن تدریس میں کامل مہارت کا پتہ دیتی ہیں، ذیل میں بعض اکابر کے تاثرات پیش خدمت ہیں:

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے تاثرات

مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے استاد حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: این ملا کابلی مجتہد عصر است، ایک استاذ کی اپنے شاگرد سے متعلق اس قدر وقیع گواہی بھرپور معنی رکھتی ہے اور اس وقت اس کی قوت اور ثقاہت میں اضافہ ہوجاتا ہے، جب مخاطب شیخ الہند جیسا عظیم استاذ ہو۔[۱۴]

آپ کے رفیقِ مکتب اور معاصر دوست حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ کا تاثر ومشاہد

حضرت بنوریؒ کے بقول حضرت انور شاہ کشمیریؒ کے سفر ومصروفیت کی صورت میں حضرت مولانا غلام نبی کامویؒ دار العلوم دیوبند کے دورہ حدیث میں بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے[۱۵] اور غالباً اس امر کا مشاہدہ حضرت بنوریؒ نے اپنے طالب علمی میں کیا ہوگا کیونکہ جس وقت مولانا غلام نبیؒ دیوبند میں مدرس تھے، ٹھیک اسی عرصہ میں حضرت بنوری دار العلوم دیوبند میں وسطانی درجات کے طالب علم تھے پھر ظاہر ہے حضرت علامہ کشمیریؒ کے اعتماد اور استناد کے بغیر ان کے عظیم منصب پر بیٹھ کر درس

حدیث کا دینا ممکن نہ تھا، اس مذکورہ مشاہدہ سے حضرت کشمیریؒ کے گذاشتہ قول کی بھی تائید ہوتی ہے۔

مصری عالم استاذ الشیخ عبدالعال عطوہ کی گواہی

دار العلوم عربی کابل میں جامعہ از ہر مصر کی طرف سے مبعوث مشہور مصری استاذ الشیخ عبد العال عطوہ نے ایک مجلس محاضرہ میں حضرت مولانا غلام نبی کاموئیؒ کے علم وفضل کی گواہی ان الفاظ میں دی: صاحب الفضیلة انکم حقا لفقیه[16] ان مذکورہ اقوال وتاثرات سے آپ کے علمی منصب، لیاقت، خداداد صلاحیت اور استعداد کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

وطن مالوف واپسی اور دینی وعلمی خدمات

۱۳۴۳ھ بمطابق ۱۹۲۵ء کو آپ اپنے آبائی مسکن ووطن واپس لوٹ آئے، کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد آپ نے صوبہ سرحد (موجود خیبر پختونخوا) کا رخ کیا اور پشاور سمیت خیبر پختونخوا کے مشرقی علاقوں مثلاً مسجد طرہ قل بائے پشاور[17]، دتوسی اور ڈمگرو (غالباً ڈبگری مراد ہے) وغیرہ میں تقریباً ۱۹۲۵ء سے لیکر ۱۹۳۷ء تک ۱۲ سال تدریسی خدمات انجام دی، اس دوران آپ کے سینکڑوں شاگرد ہوئے، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری نے بھی اس عرصہ میں آپ سے استفادہ کیا، اسی زمانہ میں (۱۹۳۰م تا ۱۹۳۴م) حضرت بنوریؒ نے بھی پشاور کے دو مدرسوں: پہلا مدرسہ تعلیم القرآن یکہ توت اور دوسرا مدرسہ رفیع الاسلام بہانہ ماڑی میں تدریسی فریضہ انجام دیا، بعد ازاں آپ افغانستان لوٹ آئیں اور دار العلوم عربی کابل میں بحیثیت استاذ کبیر آپ کی تقرری عمل میں آئی، اور یوں علوم کشمیری کا فیض ہندوستان سے افغانستان منتقل ہوا، دار العلوم عربی کا شمار اس وقت کے افغانستان کے نامور اور ممتاز دینی اداروں میں ہوتا تھا، غالباً حضرت علامہ بنوریؒ نے بھی علامہ عبدالقدیر لغمانی سے یہی ملا جلال پڑھی۔[18] دار العلوم عربی، کابل کا ایک قدیم نیم سرکاری ادارہ تھا اور اس کا تعارف جامعہ از ہر مصر کے ایک شاخ کے طور پر ہوتا تھا، چنانچہ مصری مبعوث اساتذہ کی یہاں ایک معتد بہ جماعت تھی جو افغانی طلباء کو عربی ادب اور بلاغت وغیرہ کی تعلیم پر مامور تھی، مولانا غلام نبی کاموئیؒ نے ۱۳۵۶ھ سے لیکر ۱۳۷۴ھ تک بمطابق ۱۹۳۷ء تا ۱۹۵۴ء یہاں رہ کر منطق فلسفہ علم الکلام فقہ حدیث اور تفسیر کا درس دیا اور نہایت مختصر مدت میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے، یہاں آپ کا قیام ۱۷ سال پر محیط رہا، اس دوران آپ کابل کے دیگر مدارس سے بھی وابستہ رہے اور عرصہ دراز تک آپ نے بطور شیخ الحدیث حدیث کی مختلف کتابوں کا درس بھی دیا، نیز اسی عرصہ میں سرکاری طور پر آپ کو ریڈیو افغانستان پر درس اور موعظت اور علمی تقریروں کے لئے بطور

مبصر مقرر کیا گیا اور سالہا سال تک آپ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔(۱۹)

صحیح بخاری کی تدریس میں بطور خاص آپ نے اس بات کا اہتمام کیا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی فیض الباری کے علاوہ حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباری، علامہ عینی کی عمدۃ القاری اور علامہ قسطلانی کی ارشاد الساری سے احکام الحدیث اور تخریج الحدیث کے مباحث کا لب لباب طلبہ کے سامنے بیان کرتے البتہ ترجیح راجح اور استنباط مسائل میں انکا منفرد خاص ذوق تھا، چنانچہ آپ کے درس میں طلبہ حنفی مذہب کی تائید میں اس خاص ذوق کو بھرپور ملاحظہ کرتے تھیں،جس وقت مولانا افغانستان آئے اور کابل کے دارلعلوم عربی میں بڑی کتابوں کے مدرس مقرر ہوئے، اس دورانیہ میں وزارت تعلیم کی بڑی شخصیات کے ساتھ علمی اجتماعی اجلاسوں میں شرکت کرنے کا موقع ملا، ریاست نے آپکی لیاقت اور قابلیت کے بل بوتے پر آپ کو وزارت تعلیم کے شوری کا صدر مقرر کیا، اس کے ساتھ ہی وزارت اطلاعات کے شرعی مشاور کی حیثیت سے بھی ان کو اہم وظیفہ سونپا گیا، سال ۱۳۷۵ھ سے ۱۳۷۹ بمطابق ۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۹ء تک قندہار کے محکمہ شرعیہ کے قاضی القضا کے طور پر کام کیا،، بعد ازاں سردار محمد داد خان کی حکومت میں اعزازا، آپ دار الحکومت کابل کے محکمہ شرعیہ کے قاضی مرافع مقرر ہوئے، ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۹۶۷ء میں حاکم وقت ظاہر شاہ کے حکم پر تشکیل پانے والے نئے مجموعہ قوانین اسلامی کے مسودہ کی تصحیح اور ترتیب کیلئے آپ کو اس کمیٹی کا خصوصی رکن نامزد کیا گیا، ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۹۷۰ء میں آپ کو افغان جمہوری پارلیمان کا سینیٹر نامزد کیا گیا نیز اس دوران شاہانِ وقت اور امرا کی آپ پر خصوصی عنایات رہی، نیز بحیثیت قاضی القضاۃ اس وقت کے جرگہ نظام میں قول فیصل آپ ہی کا معتبر ہوتا تھا، قضا اور عدلیہ میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور آپ نے محکمہ قضا میں قاضیوں کی کئی جماعتوں کی تربیت کی اور انہیں اسلامی قضا کے نشیب وفراز سمجھائے۔(۲۰) انیسویں صدی عیسوی میں جن شخصیات نے سرزمین افغانستان میں لازوال علمی، تحقیقی، اور دعوتی، خدمات انجام دیئے، آپ ان کے سرخیل شمار ہوتے ہیں، آپ کی خدمات کا دائرہ اور مقبولیت عوام اور خواص میں یکساں رہی، ننگرہار سے لے کر ہرات تک اور غزنی سے لیکر بلخ و دیگر شمالی علاقوں میں آپ کے سینکڑوں شاگردوں نے آپ کے منہج، فکر اور طرز عمل کو اپنا کر دین حنیف کی خوب خدمت کی اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہیں۔(جاری ہے)

حواشی

(۱) دیکھئے ''شخصیت ومیراث علامہ مولوی غلام نبی کاموی''ص:۱۵ وص:۴۱، باہتمام: ڈاکٹر عبدالملک کاموی، ط: انتشارات نعمانی، کابل۔

(۲) آپ کا پورا نام نجم الدین آخوندزادہ ہیں، حضرت ہڈی ملا صاحب سے شہرت رکھتے ہیں، آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہ ہوسکی، آبائی تعلق افغانستان کے مشہور صوبہ غزنی کے مضافتی علاقہ شیلگر ہجویر سے ہیں، ابتدائی تعلیم کابل اور غزنی وغیرہ میں حاصل کی، آپ کا خاندان علم وفضل کا حامل کا رہاہے، تحصیل علم کے بعد آپ نے صوبہ ننگر ہار کے ضلع جلال آباد کے ہڈا نامی بستی میں سکونت اختیار کی، اس وجہ سے آپ کو ہڈے ملا کہا جاتا ہے، آپ نے صوبہ سرحد کے ضلع سوات میں سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ عالم دین اور مجاہد مولانا سید عبدالغفور آخوندؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور طویل عرصے تک ان کی رہنمائی میں ارشاد وصلاح لیتے رہے، ان کی سرکردگی اور امامت میں انگریز کے خلاف جہاد بالسیف بھی کیا اور داد شجاعت پائی، آپ کے خلفاء میں حاجی صاحب ترنگزئی اور مولانا شیخ ولی احمد المعروف بہ سنڈاکی بابا مشہور ہے، آپ کا شمار سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشہور بزرگوں میں ہوتا ہے، آپ کی وفات ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۹۰۱ء کو ہوئی، مزید تفصیلی حالات کیلئے دیکھئے: تذکرہ صوفیائے سرحد، مؤلفہ اعجاز الحق قدوسی (ص۵۷۵)، ط: مرکزی اردو بورڈ لاہور۔ ''تاریخ اولیاء'' ابوالاسفار علی محمد بلخی (ص۲۱۲) نورانی کتب خانہ پشاور۔

(۳) شخصیت ومیراث علامہ مولوی غلام نبی کامویؒ، ص:۲۳، مضمون نگار: خلیل زی۔

(۴) شخصیت ومیراث علامہ مولوی غلام نبی کامویؒ ص:۷، مضمون نگار: ڈاکٹر عبدالملک کاموی۔

(۵) ماہنامہ ''بینات'' اشاعت خاص بیاد حضرت بنوریؒ، سن ۱۳۰۸ھ بمطابق ۱۹۷۸ء (ص۲۴)، مضمون: مولانا لطف اللہ پشاوری

(۶) ''شخصیت ومیراث علامہ مولوی غلام نبی کامویؒ'' ص:۴۲، مضمون نگار: مولوی محمد ہاشم کاموال۔

(۷) ایضاً: ص:۴۳ (۸) سہ ماہی ''فکر وآگہی'' دہلی، بھوپال نمبر۔ مقالہ نگار: مفتی جنید صدیقی، ص:۴۷۶۔۴۸۱

(۹) ''حضرت بنوری نایاب مضامین، خاکوں اور یاداشتوں کا مجموعہ''، مرتبہ مولانا محمد عمر انور بدخشانی، ص:۱۲۱۔۱۲۰ مضمون نگار: مولانا سید سیاح الدین کاکاخیلوی، ط: زمزم پبلشرز کراچی، ۱۴۳۲ھ۔ (۱۰) ''شخصیت ومیراث علامہ مولوی غلام نبی کامویؒ'' ص:۴۲، مضمون نگار: مولوی محمد ہاشم کاموال۔ (۱۱) تین جلدوں پر مشتمل یہ تفسیر فارسی اور دری زبان میں لکھی گئی ہے، افغانستان، ایران اور پاکستان سے سالانہ یہ کئی دفعہ چھپتی ہے، اب تک اس کے دسیوں ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔

(۱۲) یاد رہے کہ ۱۹۲۹ء تک آپ اس منصب جلیل پر فائز رہے، ۱۹۲۹ء میں آپ نے گجرات کی طرف رحلت کی، اور دارالعلوم اسلامیہ ڈابھیل کے نام سے ایک قدآور مدرسہ کو آباد کیا، ۱۹۳۰ء میں اپنے آبائی وطن کشمیر جنت نظیر کا طویل سفر کیا، ۱۹۳۱ء میں واپس ڈابھیل آئے، ۱۹۳۳م وہی آپ کا انتقال ہوا، تدفین دارالعلوم دیوبند کے قبرستان میں ہوئی۔ تفصیلی حالات کیلئے دیکھئے: ''نفحۃ العنبر فی حیاۃ الشیخ محمد انور'' مؤلفہ علامہ محمد یوسف بنوریؒ۔ (۱۳) ''شخصیت ومیراث علامہ مولوی غلام نبی کامویؒ ص:۴۲، مضمون نگار: مولوی محمد ہاشم کاموال۔ (۱۴) ''شخصیت ومیراث علامہ مولوی غلام نبی کاموی'' ص:۱، مضمون نگار: ڈاکٹر عبدالملک کامویؒ۔

۱۵) ایضاً۔ (۱۶) ایضاً (۱۷) لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور کے عقب میں موجود اس مسجد اور مدرسہ کی بنیاد تین دہائی قبل بخارا (تاجکستان) کے ایک نیک دل تاجر نے رکھی، کسی زمانہ میں یہاں ایک شاندار دارالعلوم ہوا کرتا تھا، گزشتہ ۲۵ سال سے یہاں قوت سماعت سے محروم افراد (نابیناؤں) کو قرآن حفظ قرآن کرانے کی غرض سے مدرسہ حفظ القرآن کے نام سے ایک مکتب قائم ہے اور اب تک تقریباً دو ہزار نابینا طلبہ حافظ قرآن بن چکے ہیں، یہ مملکت پاکستان کا واحد مدرسہ ہے، جہاں معلم اور متعلم دونوں نابینا ہیں۔ (۱۸) ماہنامہ ''بینات''، اشاعت خاص بیاد حضرت بنوریؒ، ص:۹، مضمون نگار: مولانا محمد یوسف بنوریؒ، خودنوشت۔

(۱۹) ''شخصیت ومیراث علامہ مولوی غلام نبی کاموی'' ص:۴۵۔۴۷، مضمون نگار: مولوی محمد ہاشم کاموال۔

(۲۰) ''شخصیت ومیراث علامہ مولوی غلام نبی کاموی'' ص:۴۵۔۴۷، مضمون نگار: مولوی محمد ہاشم کاموال۔

ادارہ

افکار وتاثرات

● **حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا ایک یادگار مکتوب بنام مولانا نور ہادحقانی**

عزیز محترم فاضل گرامی مولانا نور ہادحقانی، فاضل حقانیہ حفظ اللہ امانیہ! سلام مسنون! آپ کا گرامی نامہ ملا جس کی سطر سطر سے محبت ،تعلق ،سعادت مندی ،اخلاص وعقیدت ٹپکتا ہے، یہ آپ کا حسن ظن ہے اللہ تعالیٰ مجھے اس کا اہل بنا دے،اساتذہ اور روحانی مادر علمی سے وابستگی یقیناً خوش بختی کی علامت ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما دے، دعوتی اور علمی مشاغل میں کوشاں رہیں،آپ جیسے فرزندان حقانیہ کے فیوض پرہمیں فخر ہے ، اللہ تعالیٰ اس کے اجر میں ہمیں بھی حصہ فرماتا رہے، آپ کے خواب بھی قوی تعلق اورنسبت کی علامت ہیں، اپنے حالات سے مطلع کرتے رہیں،رمضان کے مبارک ایام میں دعاؤں سے ہمیں بھی نوازا کریں،تمام حضرات کوتسلیمات ودعوات، خط کا جواب تاخیر سے دینے پر معذرت خواہ ہوں۔ والسلام: (مولانا) سمیع الحق (۱۳ر رمضان ۱۴۳۶ھ)

● **سندھی زبان میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر سوانحی کتاب**

مخدوم ومکرم جناب مولانا راشدالحق سمیع صاحب! السلام علیکم، مزاج گرامی بخیر ہوں ! حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ حقانی مدنی صاحب مدظلہ بیدار دماغ متحرک اور فعال کردار کے مالک جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے قدیم فاضل اور جامعہ عربیہ مفتاح العلوم حیدرآباد کے نائب مہتمم واستاذ العلما واستاذ الحدیث ہیں،٦ جنوری ۲۰۲۳ کوسکھر اپنے کسی کام سے تشریف لائے تو بندہ نے اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کو ان کے استاد محترم شہید ناموس رسالتؐ ، داعی اتحاد امت ، پاسبان ومحافظ پاکستان حضرت مولانا سمیع الحقؒ پر سندھی زبان میں لکھی جانی والی کتاب بنام''شہید ناموس رسالتؐ تعارف، افکار وکردار حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ''(جوحضرت شہیدؒ کی دینی،تعلیمی،تبلیغی،تصنیفی تالیفی خدمات پر مشتمل ہے) پر مشاورت کی، حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ حقانی مدنی صاحب اپنے استاد محترم شہید ناموس رسالتؐ کا نام سنتے ہی آبدیدہ ہو گئے، فرمایا کہ مولانا! میرے استاد اپنے دور کے مفسر تھے، محدث تھے، مصنف تھے، تمام علوم کے ماہر تھے، تمام زندگی قال اللہ و قال الرسول پر گزاری، اتحاد امت کے علمبردار تھے، ان پر کتاب لکھنا بڑی سعادت کی بات ہے، حضرت نے مزید فرمایا کہ آپ استاد صاحب پر کتاب لکھومگر اردو میں، میں نے جواب دیا کہ حضرت اردو میں حضرت پر بہت کام ہوا ہے، سندھی میں کام کرنے کی اشد ضرورت ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ آپ کتاب لکھواور نام بھی حضرت نے منتخب فرمایا، مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ میرے اس کام میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے قدیم فاضل اوراپنے استاد محترم شہید ناموس رسالتؐ سے بے پناہ محبت کرنے والوں کا ساتھ شامل ہے، ان شااللہ عنقریب یہ کتاب سندھی احباب کے ہاتھوں میں ہوگی۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

جامعہ حقانیہ میں علمی، تحقیقی مقالات کے مناقشات کی سہ روزہ تقریبات

۱۷۔تا ۱۹ رجنوری ۲۰۲۳ء بروز منگل تا جمعرات جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں علمی، تحقیقی مقالات کے مناقشات کی سہ روزہ تقریبات جامعہ کے جدید دارالتدریس بلاک میں وسیع وعریض نئ زیر تعمیر لائبریری میں منعقد ہوئیں، یہ تقریبات شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی سرپرستی اور مولانا راشد الحق سمیع صاحب کے انتظام کے تحت تین روز تک جاری رہیں، جس میں تخصص کے طلباء کے پانچ علمی وتحقیقی مقالوں کے مناقشے پیش کئے گئے، یادرہے کہ دارالعلوم حقانیہ میں اتنے بڑے پیمانے پر تحقیقی مقالات پر مناقشات دینی مدارس کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی بڑی کامیاب بین الاقوامی علمی کاوش تھی، جسے علمی حلقوں میں سراہا گیا۔

بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن خیبر پختونخوا کے چیئرمین اور کنٹرولر صاحبان کی دارالعلوم آمد

۳ جنوری ۲۰۲۳ بروز منگل کو بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن خیبر پختونخوا کے چیئرمین پروفیسر ریاض محمد صاحب اور کنٹرولر پروفیسر محمد جہانگیر صاحب ایک وفد کے ہمراہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے، مولانا راشد الحق سمیع صاحب، مولانا سید یوسف شاہ صاحب، پروفیسر مولانا الیاس صاحب، پروفیسر ضیاء الاسلام صاحب، ناظم دفتر عالمگیر خان اور مولانا مفتی ڈاکٹر شوکت اللہ خٹک صاحب نے مہمانوں کا استقبال کیا، دفتر اہتمام میں چیئرمین صاحب نے دارالعلوم کے پرسکون علمی و روحانی ماحول کو سراہا اور بتایا کہ میں نے خود جن استاد سے ناظرہ قرآن پڑھا ہے وہ بھی دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل ہیں گویا کہ میں بھی فیض یافتہ ہوں، ہم چاہتے ہیں کہ مدارس کے طلباء جس طرح دینی تعلیم میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کرتے ہیں اسی طرح عصری وفنی علوم میں بھی ترقی کریں، مولانا راشد الحق سمیع صاحب نے ان کے جذبات واحساسات کو سراہا اورانہیں تعلیم القرآن حقانیہ سکول اینڈ کالج میں ٹیکنکل ر ووکیشنل کورس رڈپلومہ وغیرہ کے منصوبے کے بارے میں آ گاہ کیا کہ ابتدائی طور پر کالج میں اس کا آغاز کیا جائے، بعد میں مہمانوں کو دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کرایا، بعد ازاں انہیں شعبہ ''تخصص فی الدعوۃ والارشاد'' بھی لے جایا گیا جہاں پر چیئرمین

پروفیسر ریاض محمد صاحب نے تخصصات کے شرکاء اور دیگر مدارس کے ذمہ داران سے خطاب فرمایا اور انہیں ٹیکنیکل ایجوکیشن کے سلسلے میں تفصیل سے آگاہ کیا۔ وفد میں چیئرمین اور کنٹرولر صاحب کے ساتھ ساتھ پروفیسر محمد ندیم (پرنسپل گورنمنٹ کالج آف مینجمنٹ سائنسز مردان، سابقہ ڈائریکٹر جنرل کامرس ایجوکیشن اینڈ مینجمنٹ سائنسز کے پی)، پروفیسر مولانا حافظ محمد الیاس صاحب (دارالعلوم کے شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے استاد، وائس پرنسپل گورنمنٹ کالج آف کامرس نوشہرہ)، پروفیسر ضیاء الاسلام صاحب (وائس پرنسپل گورنمنٹ کالج آف مینجمنٹ سائنسز جلوزئی نوشہرہ)، پروفیسر علی بہادر صاحب (وائس پرنسپل گورنمنٹ کالج آف مینجمنٹ سائنسز مردان) شامل تھے۔ اسی روز عبدالولی خان یونیورسٹی مردان کے شعبہ اسلامیات کے پروفیسرز ڈاکٹر محمد نعیم حقانی صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر محمد زبیر صاحب بھی دارالعلوم تشریف لائے اور مدیر ''الحق'' سے دارالعلوم اور جامعۃ الازہر مصر کے ساتھ تعلیمی نصاب اور معادلے کے متعلق تفصیلی مشاورت کی اور اپنی قیمتی آراء سے انہیں آگاہ کیا، اس موقع پر مولانا لقمان الحق حقانی، مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا حبیب اللہ قاسمی، مفتی محمد یاسر نعمانی، مولانا انعام الرحمٰن شانگلوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بنوی صاحبان بھی موجود تھے۔

عظیم محقق، مصنف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالشہید نعمانی مدظلہ کی دارالعلوم آمد

۲۶ دسمبر ۲۰۲۲ء بروز پیر معروف محقق و مصنف شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کے صاحبزادے اور محقق عصر حضرت مولانا عبدالحلیم چشتیؒ کے بھتیجے پروفیسر ڈاکٹر مولانا عبدالشہید نعمانی مدظلہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور عم مکرم مولانا راشد الحق سمیع صاحب، مولانا مفتی ذاکر حسن، مولانا حبیب اللہ قاسمی، مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا حزب اللہ جان، جناب عالمگیر خان صاحبان نے معزز مہمان کا استقبال کیا، مدیر ''الحق'' کے دفتر میں حضرت ڈاکٹر صاحب سے تفصیلی ملاقات اور تبادلہ خیال ہوا، بعد ازاں مولانا راشد الحق سمیع صاحب نے انہیں جامعہ حقانیہ کا دورہ کرایا، پھر انہیں شعبہ تخصصات کے طلباء بالخصوص ''تخصص فی الحدیث'' کی کلاس لے جایا گیا جہاں مولانا حبیب اللہ قاسمی (مشرف تخصص فی الحدیث) نے طلباء سے ان کا تعارف کرایا، ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی صاحب جامعہ کراچی میں شعبہ عربی سے وابستہ رہے ہیں، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ اور حضرت مولانا عبدالحلیم چشتیؒ کے علمی جانشین ہیں، کئی علمی کتابوں کے مصنف و محقق ہیں، علم الحدیث پر انہیں عبور حاصل ہے، چنانچہ حدیث اور متعلقات حدیث کے موضوع پر آپ نے تفصیلی لیکچر دیا۔ علم الحدیث میں

حضرت کی بہت عالی اسناد ہیں ،اوائل سنبلیہ کی سند اِن کو شیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ اور اپنے والد حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ سے ملیں، بعدازاں ایوان شریعت دارالحدیث میں آپ نے طلباء کو اجازت حدیث سے بھی نوازا۔

۱۶ جنوری کو علم میراث اور فن فلکیات کے ماہر ،معروف روحانی شخصیت، فہم فلکیات کے مولف جناب شبیر احمد کا کا خیل مدظلہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور شعبہ تخصص فی الدعوہ والارشاد کے درسگاہ میں متخصصین سے خصوصی خطاب کیا، فلکیات اور دیگر عصری تعلیمی موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔

حضرت مہتمم صاحب کی مصروفیات

۲۲ر دسمبر: حضرت مولانا شعیب صاحب فاضل حقانیہ (۱۹۷۳) نے حضرت مہتمم مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کی اور ان سے دعائیں لیں ،اسی روز ضلع مانسہرہ کے علماء کرام نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی ۔شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل مولا صاحب (سابقہ مدرس جامعہ حقانیہ) کے مدرسہ کے دورہ حدیث کے طلبائے کرام دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی اور انہیں سند اجازت حدیث سے نوازا۔

۲۳ دسمبر: انگلینڈ سے آئے ہوئے مہمانوں نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

۲۴ر دسمبر: مدرسہ تعلیم القرآن باڑہ گیٹ پشاور کے استاد الحدیث مولانا عطاء الرحمٰن ،مولانا شفیع اللہ اور دیگر علماء نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی۔

۲۵ دسمبر: حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے سکول کے ہم سبق سابقہ ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان پشاور مخدوم نواز حسرت صاحب دارالعلوم تشریف لائے اور مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی۔

۲۷ر دسمبر: جامعہ اشرفیہ لاہور مہتمم حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی صاحب کی دعوت پر دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ لاہور تشریف لے گئے اور مجلس شوریٰ میں شرکت فرمائی۔

۲۹: دسمبر: جہانگیرہ اور قرب و جوار کے علاقوں میں مختلف وفیات کے جنازے پڑھائے اور فاتحہ خوانی کی۔

۳۱ر دسمبر: جامعہ تعلیم القرآن سوات مولانا محبّ اللہ کی دعوت پر تقریب فضلائے کرام اور افتتاح مسجد تعلیم القرآن سوات میں شرکت اور تفصیلی بیان بھی فرمایا اور بعد میں دعا بھی فرمائی۔

یکم جنوری ۲۰۲۳ء کو صوبہ سندھ اور دیگر علاقوں سے آئے ہوئے مہمانان کرام سے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے ملاقات کی۔

۲جنوری: حضرت مہتمم مدظلہ نے جامعہ ہاجرہ للبنات اکوڑہ خٹک کا دورہ کیا بعدازاں بلوچستان سے آئے ہوئے مہمانوں سے ملاقات بھی فرمائی۔

۴جنوری: یمن سے آئے ہوئے علمائے کرام نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی اور انہیں اجازت حدیث سے بھی نوازا۔

۹جنوری بروز پیرحضرت مہتمم صاحب کے دفتر میں جامعہ حقانیہ کے تمام اساتذہ کی اہم میٹنگ منعقد ہوئی جس میں مدرسہ کے تمام تعلیمی امور بشمول ختم بخاری شریف کا جائزہ لیا گیااور آنے والے سالانہ امتحانات کیلئے لائحہ عمل تیار کیا گیا۔اسی روز اردن سے آئی ہوئی علمائے کرام کی جماعت نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی اورحضرت مہتمم صاحب نے انہیں اجازت حدیث سےنوازا۔

۱۱جنوری: انڈونیشیاء سے آئے ہوئے مہمانوں نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی، اسی روز شبقدر، چارسدہ سے آئے ہوئے وفود جن میں ختم نبوت تحصیل شبقدرکے امیر مولانا ایاز حقانی صاحب بھی تھےانہوں نے بھی حضرت مدظلہ نے ملاقات کی اوراُن سے دعائیں لیں۔

۱۲رجنوری: افریقی ملک زیمبیا سے آئے ہوئے مہمانوں سے ملاقات کی ،اسی روزمختلف علاقوں سے آئے ہوئے مہمانوں سےبھی حضرت مہتمم صاحب نے ملاقات کی ۔

۱۶رجنوری: حضرت مہتمم مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کے چچا زاد بھائی جناب ضیاء الحق مرحوم کا جنازہ اکوڑہ خٹک میں پڑھایا۔

۱۸رجنوری: سوڈان سے آئے ہوئے مہمانوں نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی ،بعدازاں بلوچستان اورمختلف علاقوں سے آئے ہوئے علماء نےبھی مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

۱۹جنوری: دارالعلوم زکریاراولپنڈی کے مولانا عبدالرحمٰن فرزندمولانا نذرالرحمان صاحب نے اپنے ساتھیوں سمیت حضرت مولانا انورالحق مدظلہ سے ملاقات کی اورمختلف کارگزاریاں سنائیں۔

۱۸جنوری: دارالعلوم حقانیہ میں سہ روزہ تقریب مناقشات ومقالات کی صدارت حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نےفرمائی۔

۲۰جنوری: صومالیہ سے آئے ہوئے مہمانوں نے جامعہ حقانیہ کےمہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کی،اسی طرح رئیس دارالافتاء مکہ مکرمہ شیخ ابوالبراءعبداللہ الشیر انی صاحب بھی اسی روز جامعہ حقانیہ تشریف لائے تھےاورحضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے تفصیلی ملاقات کی۔

حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب کی مصروفیات

یکم جنوری: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے مدرسہ اعجاز القرآن نوشہرہ کلاں میں منعقدہ سالانہ اجتماع میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا۔

۲ جنوری: آرمر کالونی نوشہرہ میں منعقدہ تقریب تکمیل حفظ القرآن میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔

۱۰ جنوری: بیرون ملک سے آئے تبلیغی وفود سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ملاقات کی، بعدازاں جامعہ کے مایہ ناز مفتی حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی مدظلہ سے ان کے بھائی کی وفات پر تعزیت کی۔

۱۲ جنوری: سویڈن میں سرکاری اجازت کے ساتھ قرآن عظیم الشان جلانے کی مذموم جسارت کی شدید مذمت کی، مولانا حامد الحق حقانی نے اپنے مذمتی بیان میں اس واقعے کو ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے لئے ناقابل قبول اور سخت رنج وغم کا باعث کہا ہے، عالم اسلام کے بے حس حکمران ہمیشہ کی طرح روایتی مذمت کر کے راہ فرار اختیار کرلیں گے، آزادی اظہار رائے کے نام پر مغربی معاشرہ اسلام دشمنی کی ہر حد پار کررہا ہے، امت مسلمہ کو شدید ردعمل دے کر ان اسلام دشمن قوتوں کو لگام ڈالنا ہوگی۔

۱۸ جنوری: جامعہ میں طلبائے کرام کی جانب سے منعقدہ کرکٹ ٹورنامنٹ کے اختتامی مقابلے میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور کامیاب ٹیم اور کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم کیے۔

۱۶ جنوری: مولانا پیر سید چراغ الدین صاحب کی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک آمد اور جمعیت علما اسلام (س) کے امیر اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب سے ملاقات کی۔

☆ قومی اسمبلی سے صحابہ کرام، اہل بیت وامہات المومنینؓ کی توہین پر عمر قید کی سزا کا قانون منظور کرنے پر محرکین بل کو خراج تحسین پیش کیا۔

وفیات:

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے بھتیجے اور شہید ناموس رسالت شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ، حضرت مولانا انوار الحق صاحب کے چچازاد بھائی، جامعہ اشرفیہ پشاور کے مہتمم مولانا ارشد قریشی صاحب کے بہنوئی جناب ضیاء الحق مرحوم ۱۶/جنوری کو وفات پاگئے تھے مرحوم کی نماز جنازہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم ے درجات بلند فرمائے (آمین)

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

تعارف وتبصرہ کتب

- خلاصۃ نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلینؐ تالیف: شیخ عمر عبدالجبارؒ

ضخامت: ۲۱۶ صفحات (تین حصے) ناشر: زمزم پبلشرز کراچی

آ قائے نامدار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ایک ایسا عظیم الشان، جلیل القدر اور وسیع وعریض موضوع ہے جس کی وسعتوں کا احاطہ کرنا انتہائی دشوار اور مشکل ہے، اللہ رب العزت نے اپنے محبوب نبی آ قائے نامدار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کا ہادی و رہبر بنایا تو اس میں یہ صفت جاذبیت بھی ودیعت کر دی کہ سب اپنے اپنے فہم و بساط، علم ومعرفت اور خیال وفکر کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو شگفتہ اسلوب میں بیان کرے، انسانی تاریخ وتہذیب میں صرف محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ ہی ایسا موضوع ہے کہ جس پر اپنوں اور بیگانوں نے خامہ فرسائی کی ہے، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے آج تک سیرتِ مبارکہ مسلم اور غیر مسلم علماء اور محققین کی خاص توجہ کا مرکز رہا ہے، لگ بھگ ساڑھے چودہ سو سالہ تاریخ سیرت نگاری کے ان گنت پہلوؤں اور اسالیب کی نشاندہی کرتی ہے، سیرت نگاروں نے سیرت طیبہ پر مختلف زبانوں میں مختلف اسالیب میں بے شمار لٹریچر تخلیق کیا ہے۔

اس سلسلے کی ایک کڑی مصر کے نامور عالم دین ومؤرخ شیخ محمد خضری بک مرحوم کی کتاب ''نور الیقین'' بھی ہے جو سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر عربی زبان میں نہایت جامع، مفصل اور سہل انداز میں روشنی ڈالتی ہے اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جملہ مباحث وموضوعات کو سلجھے ہوئے انداز میں پیش کرتی ہے، انہوں نے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جملہ مباحث اور روایات کو قرآن وحدیث پر اعتماد کر کے لکھا ہے چونکہ یہ مفصل کتاب تھی تو شیخ عمر عبدالجبارؒ نے تین حصوں میں تلخیص کر کے اس کا خلاصہ پیش کیا ہے، اس تلخیص میں انہوں نے مدارس کے مبتدی طلباء کی فہم اور ذہن کو ملحوظ رکھ کر اس کو درسی انداز میں پیش کرنے کی سعی کی ہے، ہر درس کے بعد اس درس کا خلاصہ اور پھر سوال وجواب (مشق) کے ذریعے سے کتاب کو اور بھی سہل بنایا گیا

ہے چونکہ یہ کتاب ملائیشیا انڈونیشیا اور بعض افریقی ممالک کے مدارس کے نصاب میں شامل ہے، یہاں کے مدارس میں بھی اس کی سفارش کی جائے تو طلباء کو سیرت سے متعلق بہترین مدد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں، یقیناً یہ کاوش اور خلاصہ اور اس کو شائع کرنے والے زمزم پبلشرز کراچی لائق صد تحسین ہے، اہل علم و ذوق کیلئے ایک قیمتی سوغات اور انمول تحفہ ہے ۔اللہ تعالیٰ اس کاوش کو نافع اور مفید فرمائے (آمین)

- **دلائل الخیرات** تصنیف: الامام محمد بن سلیمان الجزولی الشاذلیؒ

مرتبین: مولانا آصف الرحمٰن حقانی، مولانا حسین الرحمٰن اعزاز، مولانا مکرم شاہ حقانی، مولوی عبید الرحمٰن

زیرنگرانی: حضرت مولانا اعزاز الحق شمس نقشبندی شاہ منصوری ضخامت: ۱۵۴صفحات

ناشر: خانقاہ شمسیہ نقشبندیہ مجددیہ شاہ منصور، صوابی ۔0316-9108345

امام محمد بن سلیمان جزولی شاذلیؒ کی آقائے نامدار رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت اور والہانہ عقیدت پرمبنی کتاب ''دلائل الخیرات'' درود شریف پر ایک مستند اور جامع مجموعہ ہے، عرصہ دراز سے ہمارے اسلاف اور بزرگوں کے معمولات کا حصہ چلا آ رہا ہے، اس کی اجازت کا بھی اکابر سے ایک تسلسل ہے جو تا ہنوز جاری وساری ہے اور اس کا وِرد اور وظیفہ کرنا ایک کامل ومتبع سنت مرشد کی بیعت کا کام دیتا ہے، یہ مجموعہ درود شریف کے مختلف صیغوں اور کلمات پر مشتمل ہے، اس میں سے بعض کلمات احادیث مبارکہ سے لئے گئے ہیں اور بعض کلمات امام جزولیؒ کے اپنے مرتب کردہ ہیں، اس کتاب میں دنوں کے اعتبار سے منزلوں کا تعین کیا گیا ہے، ہر دن کا الگ حزب ہوتا ہے اور مکمل کتاب آٹھ حزب پر مشتمل ہے، یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے اس کی بہت ساری شروحات بھی لکھی گئیں ہیں اور بہت سے علماء نے اس کو اپنے اپنے ذوق کے مطابق مرتب بھی کیا ہے۔

زیرتبصرہ کتاب ''دلائل الخیرات'' کا یہ نسخہ حضرت مولانا اعزاز الحق شمس شاہ منصوری کے والد مکرم حضرت مولانا شمس الہادی شاہ منصوریؒ کو ایک عقیدت مند نے ۱۹۵۹ء میں مدینۃ منورہ سے خرید کر انہیں عنایت فرمایا تھا، جو ایک نادر مصری نسخہ ہے ، یہ نسخہ حضرت مولانا اعزاز الحق صاحب کی نگرانی میں مرتبین کرام نے مصری نسخے کی ترتیب پر نہایت سلیقے سے مرتب کر کے افادہ عام کے لئے منظر عام پر پیش کیا۔اللہ کرے عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پرمبنی یہ کتاب ہر خاص و عام کے لئے ذریعہ نجات اخروی ثابت ہو۔

مکاتب و مدارس کے مہتمم حضرات سے متعلق اہم مسائل اوران کا حل

مرتبین: قاری محمد شفیق یوسفزئی ومولانا راشد اسلام یوسفزئی ضخامت:۶۴۵ صفحات

ناشر: مکتب تجوید القرآن و بیت القرآن فیوچر کالونی لانڈھی کراچی نمبر۲۲ رابطہ نمبر: 0313 2228607

دینی مکاتب و مدارس کی اہمیت، افادیت اور ضرورت سے کوئی ذی شعور مسلمان بے خبر نہیں، ان اداروں نے عہد قدیم سے مسلم امہ کی رہنمائی اور تربیت میں بہترین کردار ادا کیا ہے اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، یہ ادارے دین اسلام کے قلعے اور دینی ماخذ کے محافظ ہیں، ان اداروں کا وجود مسعود امت مسلمہ کیلئے نعمت عظمٰی سے کم نہیں، جس طرح ان اداروں کے مؤسسین، بانیین اور ارباب اہتمام اس امت کے محسن ہیں، اسی طرح اس کی مالی امداد کرنے والے عامۃ الناس بھی امت کے بہی خواہ اور محسن ہیں، مکتب اور مدرسہ چلانا دل گردے کا کام ہے، یہ ایک احساس ذمہ داری ہے، اس کے پیسے امت مسلمہ کی امانت ہے جس طرح احتیاط کے ساتھ ادارہ چلانا کارثواب ہے اسی طرح ان اجتماعی اموال میں ذرا بے احتیاطی باعث عتاب بھی ہے، مکتب اور مدرسہ تعلیم اور تربیت کے ساتھ ساتھ بہت سارے امور سے عبارت ہے، یہ ایک مکمل نظام کا نام ہے اس کو صحیح نہج اور شرعی اصول و ضوابط پر چلانے کیلئے شرعی ضابطہ اخلاق بھی مقرر ہے، ہر مہتمم کو اسی ضابطہ اخلاق کا لحاظ رکھنا ہے ورنہ بہت سی مشکلات و مسائل رونما ہوں گے اور بچوں کی تعلیم و تربیت بھی بے اثر اور حقیقی روحانیت سے عاری ہوگا، دینی مکاتب اور مدارس اور مہتممین سے متعلق بے شمار مسائل ہیں جس کی نشاندہی علماء و مفتیان کرام نے اپنے اپنے فتووں میں کیا ہے، عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی اہل علم مدارس سے متعلق جملہ منتشر اور بکھرے فتوؤں کو مرتب کر کے مستقل کتابی صورت میں منظر عام پر لائے

زیر تبصرہ کتاب ''مکاتب و مدارس کے مہتمم حضرات سے متعلق اہم مسائل اور ان کا حل'' انہی فتووں کا مجموعہ ہے جسے دو قابل قدر لائق و فائق علمائے کرام (مولانا قاری محمد شفیق یوسفزئی اور مولانا راشد اسلام یوسفزئی) نے مرتب کیا اور اس ضرورت کو پورا کیا جس کی عرصہ سے تشنگی محسوس کی جا رہی تھی، اس مجموعہ میں انہوں نے نہایت عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ مدارس، مہتمم اور اس سے متعلق تمام مسائل کو اپنے تجربہ کی بنیاد پر سوالات قائم کئے اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں مستند دارالافتاؤں سے جوابات حاصل کر کے پھر انہیں فتووں کو سلیقے سے مرتب کیا، ادارے کے سربراہ کیسے ہوں؟ مہتمم بننے کی کیا شرائط ہیں؟ مہتمم کن اوصاف سے متصف ہوں؟ مہتمم پر اساتذہ وطلبہ کے کیا حقوق ہیں؟ مہتمم کی شرعی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟ مہتممین کے وہ کون سی خامیاں ہیں جو شریعت سے

متصادم ہے؟ اساتذہ وقراء کن صفات کے حامل ہوں؟ ناظم مدرسہ کن صفات سے متصف ہوں؟ اور دیگر بہت سارے سوالات کے جوابات آپ کو اس دستاویز میں ملیں گے۔

پچیس ابواب اور ایک ضخیم مقدمہ پر مشتمل یہ کاوش قابل صد تحسین ہے اور گرانقدر سوغات اور انمول تحفہ سے کم نہیں، مرتبین کتاب کو داد دینی چاہیے کہ اس موضوع پر انہوں نے خامہ فرسائی کی ہے، اس کاوش سے مہتممین، اساتذہ اور دیگر اہل علم یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں۔

- **سوانح حیات حضرت شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی نقشبندی مجددی**

تالیف: راجہ نور محمد نظامی نقشبندی مجددی ضخامت: ۱۰۴ صفحات

ناشر: کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی بھوئیگاڑ ٹیکسلا 03425910019

راجہ نور محمد نظامی صاحب ایک تاریخ دان، مصنف، دانشور، محقق اور ماہر آثار قدیمہ کے طور پر جانی پہچانی شخصیت ہیں، آپ خطہ پوٹھوہار ہزارہ کی تاریخ، اقوام، علم، ادب، سوانح، تذکرے، مخطوطات اور آثار قدیمہ پر ایک اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں، کتابی ذوق کی بدولت انہوں نے اپنے گاؤں میں ایک بہترین لائبریری بھی قائم کی ہے، جس میں تاریخ، تصوف اور دیگر علوم وفنون کے بعض نایاب کتب اور مخطوطات بھی شامل ہیں، اس کے علاوہ آپ وقتاً فوقتاً کتابیں اور مضامین بھی لکھتے ہیں، آپ کے ایم فل مقالے کا عنوان ''عہد سلاطین میں ٹیکسلا کے معروف مارگلی علماء'' ہیں، اب تک آپ کے ڈیرھ سو سے زائد علمی وتحقیقی مقالات پوٹھوہار کے آثار قدیمہ، تاریخ، علم وادب اور شخصیات پر مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ زیرتبصرہ کتاب سوانح حیات حضرت شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی نقشبندی مجددیؒ بھی آپ کے ان علمی وتحقیقی کام کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں انہوں نے امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ اکبر شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالیؒ کے احوال ومعارف نہایت عرقریزی اور جانفشانی سے جمع کئے ہیں، اب آپ نے اس کو کتابی صورت میں منظرِ عام پر لانے کی سعادت حاصل کی، کتاب میں جہاں شیخ کریم الدین باباؒ کے جملہ احوال (پیدائش، تعلیم تربیت، بیعت، وفات) کا تذکرہ ہے وہاں شیخ کے پیر ومرشد امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے بھی مفصل حالات ذکر ہوئے ہیں، اس کے علاوہ مؤلف موصوف نے حضرت شیخ کریم الدین باباؒ کے مسکن حسن ابدال کے علاقے پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے، ہر بات کو حوالوں کے ساتھ نقل کیا ہے، تاریخ اور تصوف سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک سوغات اور قیمتی تحفہ سے کم نہیں۔

- **اے طلبائے کرام ! اے فضلائے کرام** مولف: مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی

ضخامت: ۳۶ صفحات ......ضخامت: ۳۲ صفحات ناشر: مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قابل ہونہار فاضل اور جامعہ ہذا کے جید مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ ماہنامہ ''الحق'' کے نائب مدیر بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تصنیف و تالیف کا ملکہ عطا فرمایا ہے، وقتاً فوقتاً ان کی مختلف موضوعات پر کتابیں منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔ زیرتبصرہ دو کتابچے اے طلبائے کرام اور اے فضلائے کرام کے عنوان سے حال ہی میں منظر عام پر آئے ہیں ہیں، جس میں انہوں نے دینی مدارس کے طلباء وفضلاء کے لئے رہنما اصول و ہدایات مختلف علماء خاص کر جامعہ حقانیہ کے اساتذہ ومشائخ کے افادات کی روشنی میں پیش کئے ہیں جس سے دینی مدارس کے طلباء سمیت سکول و کالج، یونیورسٹیز کے طلباء بھی مستفید ہوسکتے ہیں۔

- **نحو میر جدید** مولف: مولانا محمد سعید ندوی

ضخامت: ۵۶ صفحات ناشر: زمزم پبلشرز کراچی

ادب عربی میں علم النحو کی اہمیت، حیثیت اور ضرورت کا اندازہ ہر ذی علم کو ہے، اس فن کو ہر زمانے میں اہل علم وفن نے فروغ دیا اور چھوٹی بڑی کتابیں لکھ کر اُسے پروان چڑھایا، علم النحو کی کتابیں دینی مدارس میں نہایت ذوق وشوق سے پڑھائی جاتی ہیں اور دینی مدارس ومعاہد، جامعات میں اس موضوع کے وقیع کتابیں شامل نصاب ہیں، اس کی ابتدائی درجات میں شامل کتاب ''نحو میر'' کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس پر لکھی گئی شروحات، حواشی اور تسہیلات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

زیرتبصرہ کتاب ''نحو میر جدید'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس کو ندوہ العلماء لکھنو کے مدرس مولانا محمد سعید ندوی صاحب نے طلبہ کی سہولت کے پیش نظر اردو زبان میں نہایت سلیقے سے مرتب کیا ہے، عام فہم اور سادہ زبان میں لکھی گئی یہ کتاب علم النحو کے تمام ابتدائی اور ضروری قواعد پر مشتمل ہے، مؤلف موصوف نے عربی الفاظ کا اردو ترجمہ وتشریح سہل انداز میں کیا ہے، درجہ اولیٰ کے طالب علموں کے لئے نہایت مفید اور اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے (آمین)